Spot CMYK#Waheed

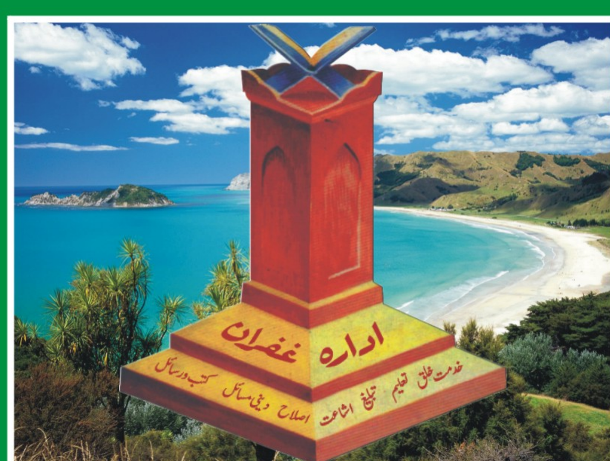

ماہنامہ

التبلیغ

راولپنڈی

بشرفِ دعا

حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب رحمہ اللہ

وحضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خان صاحب رحمہ اللہ

مدیر
مفتی محمد رضوان

ناظم
مولانا عبدالسلام

مجلسِ مشاورت
مفتی محمد یونس　مفتی محمد امجد　حکیم محمد فیضان　غفار الحق

فی شمارہ............25 روپے
سالانہ..............300 روپے

پبلشرز
محمد رضوان
سرحد پرنٹنگ پریس، راولپنڈی

خط وکتابت کا پتہ
ماہنامہ التبلیغ پوسٹ بکس 959
راولپنڈی پوسٹ کوڈ 46000 پاکستان

قانونی مشیر
الحاج غلام علی فاروق
(ایڈوکیٹ ہائی کورٹ)

مستقل رکنیت کے لئے اپنے مکمل ڈاک کے پتہ کے ساتھ سالانہ فیس صرف 300 روپے ارسال فرما کر گھر بیٹھے ہر ماہ ماہنامہ ''التبلیغ'' حاصل کیجئے

ڈاک کا پتہ تبدیل ہوجانے یا ماہنامہ موصول نہ ہونے کی صورت میں رکنیت نمبر کا حوالہ دے کر فوری اطلاع کریں

اس دائرہ میں سرخ نشان آپ کی رکنیت ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ شمارہ رکنیت فیس موصول ہونے پر ارسال کیا جاسکے گا

برائے رابطہ...... ادارہ غفران ٹرسٹ چاہ سلطان گلی نمبر 17
عقب پٹرول پمپ وچمڑا گودام راولپنڈی صوبہ پنجاب پاکستان

فون: 051-5507530-5507270　فیکس: 051-5780728

www.idaraghufran.org

Email: idaraghufran@yahoo.com

ترتیب وتحریر

صفحہ

اداریہ ....سوات کا موجودہ امن معاہدہ..................	مفتی محمد رضوان	۳
درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط۵۳،آیت نمبر۸۰تا۸۲)... یہودیوں کے چند دن جہنم میں جانے کا دعویٰ باطل ہے.....	// //	۵
درسِ حدیث ......اہل وعیال اور ماتحتوں کو نماز کی تاکید کرنے کی اہمیت وفضیلت	// //	۸
مقالات ومضامین: تزکیۂ نفس، اصلاحِ معاشرہ واصلاحِ معاملہ		
حکیم قاری محمد یونس صاحب مرحوم....................................	مفتی محمد رضوان	۱۷
بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں.................................	مفتی محمد امجد حسین	۲۳
ماہِ صفر: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات....................	مولوی طارق محمود	۳۰
نمازوں کے مستحب ومکروہ اوقات (نماز کی شرائط کا بیان: قسط۵)..............	مفتی محمد امجد حسین	۳۴
مسجد کے آداب..	مفتی محمد رضوان	۳۹
حکیم الامت کی چند نصائح (قسط۳)..............**اصلاحی مجلس**:	حضرت نواب محمد عشرت علی خان صاحب	۴۶
فتویٰ دہندہ کے لیے چند اہم ہدایات (بسلسلہ: اصلاحُ العلماء والمدارس)...........	مفتی محمد رضوان	۴۸
علم کے مینار..........سرگذشت عہدِ گُل (قسط۱۷)..........	مولانا محمد امجد حسین	۵۱
تذکرۂ اولیاء:..........کچھ دیر آخرت کے فکر مندوں کے ساتھ...........	// //	۵۴
پیارے بچو! .... دھوبی اور ہنس..............	حکیم محمد فیضان	۵۹
بزمِ خواتین .... پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط۶)....	مفتی ابو شعیب	۶۲
آپ کے دینی مسائل کا حل.......نماز میں ہاتھ باندھنے کی تحقیق...........	ادارہ	۶۸
کیاآپ جانتے ہیں؟..........سوالات وجوابات..........	ترتیب: مفتی محمد یونس	۸۵
عبرت کدہ .... حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۱۴)...............	ابو جویریہ	۸۸
طب وصحت.......... شہد (Honey)................	حکیم محمد فیضان	۹۱
اخبارِ ادارہ .... ادارہ کے شب وروز..................	مولانا محمد امجد حسین	۹۲
اخبارِ عالم .... قومی وبین الاقوامی چیدہ چیدہ خبریں..............	ابرار حسین ستی	۹۷

Idara Ghufran

اداریہ　　بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　مفتی محمد رضوان

سوات کا موجودہ امن معاہدہ

صوبہ سرحد میں واقع سوات کے علاقے میں اسلامی نفاذ کے حامی تحریک طالبان سوات اور حکومت کے درمیان شدید کشیدگی کے بعد امن معاہدہ کی کوششیں جاری ہیں۔

شرعی نظامِ عدل ریگولیشن کے نفاذ کے سلسلہ میں مولانا صوفی محمد صاحب اپنے ہزاروں رفقاء کے ہمراہ وادیٔ سوات میں موجود ہیں، جہاں تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی اور تحریکِ طالبان سوات کے مابین مذاکرات کا عمل جاری ہے۔

جس میں تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کی جانب سے تشکیل کردہ مذاکراتی کمیٹی اور تحریکِ طالبان سوات کی جانب سے مذاکراتی کمیٹی کے ارکان حصہ لے رہے ہیں۔

قیامِ امن اور نفاذِ شریعت کے سلسلہ میں پاکستانی قوم کی خواہش یہ ہے کہ اس کا کوئی کامیاب اور نتیجہ خیز حل نکل آئے، اور تقابل ومحاذ آرائی کی فضا سے حفاظت رہے۔

لیکن دوسری طرف امریکہ اور بعض غیر مسلم قوتیں تشویش میں مبتلا ہیں، کیونکہ وہ حقیقی اسلامی نظام کے نفاذ سے کسی طرح بھی خوش اور مطمئن نہیں ہوسکتے۔

اور اس بات کے شدید خطرات لاحق ہیں کہ دشمنانِ اسلام کی طرف سے امن مذاکرات کے درمیان کوئی خفیہ سازش ہونے کے نتیجہ میں معاملات کے تصفیہ میں رکاوٹ پیدا ہو۔

اس لئے اس سلسلہ میں فریقین اور پوری قوم کو گہری نظر رکھنا ہوگی، اور بہت احتیاط سے کام لینا ہوگا۔

کیونکہ ان مذاکرات میں رکاوٹ یا خرابی پیدا ہونے کے باعث بہت خطرناک نتائج برآمد ہونے کا خدشہ ہے اس کے ساتھ فریقین کو معاہدے کی تکمیل کے عمل کے بعد بھی دشمنانِ اسلام کی مداخلت اور ان کی سازشوں پر گہری نظر رکھنا ہوگی۔

کیونکہ غیر مسلم قوتوں کا اس سلسلہ میں اب تک جو کردار مختلف واقعات کے تناظر میں سامنے آیا ہے، وہ بہت زیادہ تشویشناک، اور شرمناک ہے۔

غیر مسلم قوتیں اسلامی نظام کو بدنام کرنے، مسلمانوں کو باہم دست وگریباں کرنے اور طرفین سے

مسلمانوں کے خون بہانے کی سازشوں میں ہمہ وقت مصروف ہیں، اور اپنے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ بسا اوقات اسلام کے عنوان اور اسلام کے لیبل کو بھی بطورِ ڈھال استعمال کرتی رہتی ہیں۔

اسی سلسلہ میں کافروں کے بعض ایسے ایجنٹ بھی دریافت ہوئے، جو طالبان کے روپ میں غیر شرعی حرکات میں مصروف تھے، جس کا مقصد اسلامی نظام کو بدنام کرنا اور لوگوں کو اس سے متنفر کرنا تھا۔

اور اسی وجہ سے بعض تجزیہ نگاروں کے بقول سوات کے موجودہ معاہدہ میں بھی دشمنانِ اسلام کے کچھ مقاصد پنہاں معلوم ہوتے ہیں۔

قطع نظر اس سے کہ اس قسم کے تجزیات کس حد تک صحیح ہیں اور کس حد تک غلط ہیں؟

دور بینی اور دور اندیشی کا تقاضا یہ ہے کہ ماضی کے واقعات سے سبق حاصل کر کے ہر قسم کی سازشوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھا جائے، اور ملک وملت کے مفاد اور دین واسلام کے مقاصد ومصالح کو پیشِ نظر رکھ کر قدم آگے بڑھایا جائے، اور مستقبل کے متعلق کوئی فیصلہ کیا جائے۔

وادیٔ سوات کے حوالے سے یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ 1849ء میں انگریزوں نے پشاور میں تسلط قائم کرنے کے بعد سوات کے علاقے پر بھی تسلط کا ارادہ کیا، جس کے نتیجے میں سوات کے بعض بزرگوں نے قوم کو اعتماد میں لے کر شرعی نظامِ امارت قائم کیا، جس کی برکت سے 1863ء میں جب انگریزوں نے مردان کی طرف سے سوات پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا تو انگریزوں کو زبردست جنگ کے بعد پیچھے ہٹنا پڑا۔

قیامِ پاکستان کے بعد سوات کی اسلامی ریاست کے امیر نے رضا کارانہ طور پر پاکستان کے ساتھ الحاق کا اعلان کیا، لیکن ریاست کی حیثیت سے ان کا اسلامی نظامِ امارت برقرار رہا۔

1969ء میں پاکستان کی حکومت نے اپنے ایک اعلان کے ذریعے اس کو پاکستان میں ادغام کر کے اسے مالاکنڈ ڈویژن کے ایک ضلع کی حیثیت دے دی، لیکن پاکستان کے عدالتی وقانونی اور سیاسی نظام وانتظام سے اس قوم میں اضطراب رہا، جو کہ فطری امر تھا، لیکن یہ چنگاری دبی رہی؛ گزشتہ دوعشروں سے یہ لاوا بن کر وقتاً فوقتاً اُبلنے اور کھولنے لگتی۔ اب موجودہ حالات اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس قوم کو اسلامی نظام کے ساتھ وابستہ رہنے دیا جائے، اور اس میں کسی قسم کی رخنہ اندازی سے پرہیز کیا جائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دشمنانِ اسلام کی سازشوں سے محفوظ فرمائے اور دنیا وآخرت کی بھلائی اور خیر والے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

درسِ قرآن (سورہ بقرہ قسط ۵۳، آیت نمبر۸۰تا۸۲) مفتی محمد رضوان

یہودیوں کے چند دن جہنم میں جانے کا دعویٰ باطل ہے

وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً. قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَاللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(۸۰) بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ. هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(۸۱) وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ. هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ(۸۲)

ترجمہ: اور کہا انہوں نے (یعنی یہود نے) کہ ہم کو ہرگز (جہنم کی) آگ نہ چھوئے گی، مگر چند گِنے چُنے دنوں کے لئے، آپ (ﷺ ان کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ کیا تم لے چکے ہو اللہ سے عہد کہ ہرگز بھی اللہ اس عہد کے خلاف نہیں کرے گا، یا کہتے ہو اللہ پر ایسی بات جو تم نہیں جانتے (۸۰) کیوں نہیں! جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے، سو وہی ہیں آگ والے (یعنی اصل جہنمی) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۸۱) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے، وہ ہیں جنت والے (یعنی اصل جنتی) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (۸۲)

تفسیر وتشریح

یہودیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے دین پر ایمان رکھتے ہیں، اور ان کا دین ابھی تک منسوخ نہیں ہوا، بلکہ وہ دائمی ہے اور قیامت تک جاری رہے گا، لہٰذا حضرت عیسیٰ اور حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کرنے سے وہ کافر نہیں ہوئے، اس لئے اگر وہ کسی گناہ کی وجہ سے جہنم میں چلے بھی گئے، تو چند دنوں کے بعد وہ جہنم سے نکال لئے جائیں گے، اور وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔

حالانکہ ان کا یہ دعویٰ غلط تھا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین دائمی اور ابدی نہیں ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد دینِ موسوی منسوخ ہو چکا تھا، لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنا، اور پھر اس کے بعد حضور ﷺ کی نبوت کا انکار کرنا کفر کا سبب ہے۔

اور کافر جہنم میں ہمیشہ رہے گا، کبھی بھی اور کسی وقت بھی وہ جہنم سے نہیں نکالا جائے گا (معارف القرآن عثمانی بتغیر)

اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس دعویٰ کو مذکورہ آیات میں غلط قرار دے دیا، اور فرمایا کہ تمہارے پاس اس دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے اس کے متعلق کوئی معاہدہ لیا ہوا ہے، کہ اللہ تعالیٰ اپنے معاہدہ کے خلاف نہیں کریں گے، یا بے سند بات کر کے اس کو اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگا رہے ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ تمہیں جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنا پڑے گا، کیونکہ جو شخص گناہ کرے اور اس کے گناہ اس کو پوری طرح گھیر لیں، اور ایسا کفر کی وجہ سے ہوتا ہے، تو ایسے لوگ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور یہ لوگ ''اصحاب النار'' ہیں۔

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لائیں گے، اور ساتھ ہی نیک عمل بھی کریں گے، وہ لوگ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

اور یہ لوگ ''اصحاب الجنۃ'' ہیں۔

تو اصحاب النار ہونے کی بنیاد کفر پر اور اصحاب الجنۃ ہونے کی بنیاد ایمان پر ہے۔

مومن، کافر اور فاسق کی اخروی جزاء کی نوعیت

اہل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک ایمان وکفر اور اعمال کی اخروی جزاء کے اعتبار سے عقلی طور پر چار صورتیں ہیں:

(۱)...... بندہ مومن ہو اور نیک اعمال بھی کیے ہوں۔

ایسے بندے کا ثواب اور اس کی جزاء دائمی اور لامتناہی ہے۔

(۲)...... بندہ نہ تو مومن ہو، اور نہ نیک اعمال کیے ہوں۔

ایسے بندے کا عذاب اور اس کی سزا دائمی اور لامتناہی ہے۔

(۳)...... بندہ مومن تو ہو، مگر اس نے نیک اعمال نہیں کیے۔

ایسے بندے کا بدلہ ثواب وعذاب سے مرکب اور ملا جلا ہے۔

(۴)...... بندہ مومن تو نہ ہو، مگر اس نے کچھ نیک اعمال کیے ہوں۔

ایسی صورت کا وجود ممکن نہیں، کیونکہ شریعت میں کوئی عمل بغیر ایمان کے نیک وصالح نہیں بنتا۔

Idara Ghufran

البتہ اگر کوئی کافر دنیا میں اچھا کام کرتا ہے، مثلاً کسی غریب کی مدد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی میں اس کا بدلہ عطا فرمادیتے ہیں۔

مسلمان بندہ اگر گناہ گار ہوگا تو اگر چہ گناہ کی مقدار کے برابر جہنم میں جائے گا، لیکن ایمان کی وجہ سے وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا، بلکہ سزا پوری ہونے کے بعد جہنم سے نکال دیا جائے گا۔

اور جو انسان کفر کی حالت میں فوت ہوگیا، وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور اللہ تعالیٰ اس کی کبھی بھی اور کسی صورت میں بھی مغفرت نہیں فرمائیں گے (معارف القرآن کاندھلوی بتغیر)

یادرہے کہ ایمان اور کفر کا دارومدار خاتمہ پر ہے، جو انسان ایمان کی حالت میں فوت ہوا، وہ مومن شمار ہوگا، اور جو کفر کی حالت میں فوت ہوا، وہ کافر شمار ہوگا۔

اور مومن بندہ گناہ کرنے سے ایمان سے خارج نہیں ہوتا، بلکہ کفر کی کوئی وجہ پائے جانے سے ہی ایمان سے خارج ہوتا ہے۔

جس طرح یہودی کفر کرنے کے باوجود اپنے بارے میں خوش فہمی میں مبتلا ہیں، اسی طرح آج کے دور میں بعض دوسرے مذہب والے بھی مبتلا ہیں، مگر ان کے پاس بھی اپنی خوش فہمی پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور جو حکم اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بارے میں بیان فرمایا، وہی حکم مسلمانوں کے علاوہ تمام مذہب والوں کا بھی ہے، کہ وہ بھی کفر کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ [۱]

جاننا چاہئے کہ جنت اور جہنم دونوں پیدا کی جاچکی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو ہمیشہ کے لئے پیدا فرمایا ہے، یہ کبھی فنا نہیں ہونگیں، اس پر امت کا اجماع ہے، اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا گمراہی ہے۔

---

[۱] دنیا میں کافر بالاتفاق فروعی اعمال (یعنی نماز، روزہ وغیرہ) کا مکلّف نہیں ہے، بلکہ وہ اصول یعنی ایمان لانے کا مکلّف ہے، البتہ آخرت کے لحاظ سے کافر کے فروعی اعمال کے مکلّف ہونے میں تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ کافر نہ فروع کی فرضیت کے اعتقاد کا مکلّف ہے اور نہ فروع کے اداء کا۔

دوسرا قول یہ ہے کہ کافر فروع کی فرضیت کے اعتقاد کا تو مکلّف ہے اور فروع کے اداء کا مکلّف نہیں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کافر فروع کی فرضیت کے اعتقاد کا بھی مکلّف ہے اور فروع کے اداء کا بھی۔

اور بہت سے علماء نے یہی قول راجح قرار دیا ہے کہ کافر کو فروعی اعمال (یعنی نماز، روزہ وغیرہ) کے ترک پر بھی ہر عمل کے درجہ بدرجہ اعتبار سے شدید و خفیف سزا ملے گی۔

مگر یہ سب بحث آخرت کے اعتبار سے ہے، اور آخرت میں بھی معاصی کی قلت وکثرت کے اعتبار سے عذاب میں صرف تخفیف و تشدید ہوگی معاصی کی سزا پوری ہونے پر عذاب ختم نہ ہوگا باقی دنیاوی احکامات کے اعتبار سے فروع کے اداء کا مطالبہ کافر سے بالاتفاق نہیں ہے۔

Idara Ghufran

درسِ حدیث

مفتی محمد رضوان

احادیثِ مبارکہ کی تفصیل وتشریح کا سلسلہ

اہل وعیال اور ماتحتوں کونماز کی تاکید کرنے کی اہمیت وفضیلت

نماز کی انتہائی اہمیت وفضیلت کی وجہ سے قرآن وسنت میں اپنے اہل وعیال اور بیوی بچوں ودیگر ماتحتوں کو بھی نماز کی تاکید کرنے کی اہمیت وفضیلت بیان کی گئی ہے۔

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَبِيًّا وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا(سورة مريم، آيت نمبر ۵۴، ۵۵)

ترجمہ: اور کتاب (قرآن) میں اسماعیل کا بھی ذکر کیجئے، بلاشبہ وہ وعدے کے (بڑے) سچے تھے، اور وہ رسول بھی تھے، نبی بھی تھے، اور وہ اپنے گھر والوں (اور متعلقین) کو نماز کا اور زکاۃ کا حکم کرتے رہتے تھے، اور وہ اپنے رب کے نزدیک پسندیدہ تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خصوصی اوصاف میں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ وہ اپنے اہل عیال کو نماز اور زکاۃ کا حکم دیتے تھے، یعنی اس کے انتظام واہتمام میں امتیازی کوشش فرماتے تھے، اور اس قسم کے اوصاف کی وجہ سے وہ رب کے پسندیدہ تھے۔

اس سے رب کے پسندیدہ ہونے کا طریقہ معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے رب کا پسندیدہ ومحبوب بننا چاہتا ہے، اسے چاہئے کہ اپنے اہل وعیال کو نماز وزکاۃ اور شرعی احکام کا حکم دیا کرے۔ [۱]

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى(سوره طٰہٰ آيت ۱۳۲)

---

[۱] وقوله: (وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهُ بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهِ مَرْضِيًّا) : هذا أيضًا من الثناء الجميل، والصفة الحميدة، والخلة السديدة ، حيث كان مثابرًا على طاعة ربه آمرًا بها لأهله(ابنِ كثير، جزء۵ صفحه ۲۴۰)

ترجمہ: اوراپنے گھر والوں (اور متعلقین) کو نماز کا حکم کرتے رہئے، اور خود بھی اس کے پابند رہئے، اور ہم آپ سے رزق (یعنی کمائی کرانے) کا سوال نہیں کرتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے، اور بہتر انجام تو تقوے ہی کے لئے ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خود نماز پر قائم رہنے کے ساتھ ہی اس سے پہلے اپنے اہل (یعنی بیوی، اولاد اور متعلقین) کو نماز کا حکم فرمانے کا مستقل حکم دیا گیا ہے، جس سے گھر والوں کو نماز کا حکم فرمانے کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے۔

اس آیت سے ساتھ ہی اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ جو شخص خود نماز کی پابندی کرتا ہے اور اپنے اہل وعیال کو بھی اس کی تلقین کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اس کے رزق کا انتظام فرماتے ہیں۔

کیونکہ نماز قائم کرنا اور گھر والوں کو بھی اس کا حکم فرمانا تقوے والا عمل ہے، جس پر اللہ تعالیٰ نے رزق کا وعدہ فرمایا ہے۔ [1]

حضرت زید بن اسلم اپنے والد حضرت اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يُصَلِّي مِنْ اللَّيْلِ مَا شَاءَ اللَّهُ حَتَّى إِذَا كَانَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ أَيْقَظَ أَهْلَهُ لِلصَّلَاةِ يَقُولُ لَهُمْ الصَّلَاةَ الصَّلَاةَ ثُمَّ يَتْلُو هَذِهِ الْآيَةَ(وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَى)(مؤطا امام مالک ،بَاب مَا جَاءَ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ، شعب الایمان للبیهقی حدیث نمبر ۳۰۸۶)

---

[1] قوله تعالى :(وأمر أهلك بالصلاة) أمره تعالى بأن يأمر أهله بالصلاة ويمتثلها معهم، ويصطبر عليها ويلازمها :وهذا الخطاب للنبي صلى الله عليه وسلم ويدخل في عمومه جميع أمته، وأهل بيته على التخصيص .وكان عليه السلام بعد نزول هذه الآية يذهب كل صباح إلى بيت فاطمة وعلى رضوان الله عليهما فيقول "الصلاة "(تفسیر القرطبی تحت سوره طه آیت ۱۳۲)

(وَأْمُرْ أَهْلَكَ بالصلاة) أمره بأن يأمر أهل بيته أو التابعين له من أمته بالصلاة بعد ما أمر بها ليتعاونوا على الاستعانة بها على خصاصتهم ولا يهتموا بأمر المعيشة ولا يلتفتوا لفت أرباب الثروة .(واصطبر عَلَيْهَا) وداوم عليها (تفسیر بیضاویتحت سوره طه آیت ۱۳۲)

وقوله :(لا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ) يعني إذا أقمت الصلاة أتاك الرزق من حيث لا تحتسب، كما قال تعالى :(وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لا يَحْتَسِبُ) (الطلاق2 :، 3) ، وقال تعالى :(وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإنْسَ إِلا لِيَعْبُدُونِ *مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ *إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ) (الذاريات58-56 :) ولهذا قال :(لا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ) وقال الثوري :(لا نَسْأَلُكَ رِزْقًا) أي :لا نكلفك الطلب .(تفسير ابنِ كثير تحت آیت ۱۳۲ من سورة طه)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو جتنی اللہ کی طرف سے توفیق ہوتی (تہجد کی) نماز پڑھتے رہتے تھے، یہاں تک کہ جب رات کا آخری حصہ ہوتا تھا تو اپنے گھر والوں کو نماز کے لئے جگاتے تھے، اوران کو فرماتے تھے کہ نماز، نماز، پھر یہ آیت تلاوت فرماتے تھے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ)

اور اپنے گھر والوں (اور متعلقین) کو نماز کا حکم کرتے رہئے، اور خود بھی اس کے پابند رہئے، اور ہم آپ سے رزق (یعنی کمائی کرانے) کا سوال نہیں کرتے، رزق تو ہم ہی آپ کو دیں گے، اور بہتر انجام تو تقوے ہی کے لئے ہے (یعنی اہل تقویٰ کے لئے) (ترجمہ ختم)

حضرت معمر قریش کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَـانَ الـنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم إِذَا دَخَلَ عَلَيْهِ بَعْضُ الضِّيقِ فِي الرِّزْقِ ، أَمَرَ أَهْلَهُ بِالصَّلاةِ ، ثُمَّ قَرَأَ هَذِهِ الآيَةَ :وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا(مصنف عبدالزاق حديث نمبر ۴۷۴۴ واللفظ لهٗ، شعب الايمان للبيهقی حديث نمبر ۳۱۸۰)

ترجمہ: نبی ﷺ کو جب رزق میں تنگی محسوس ہوتی تو اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے تھے، پھر یہ آیت پڑھتے (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ)

اور اپنے گھر والوں (اور متعلقین) کو نماز کا حکم کرتے رہئے، اور خود بھی اس کے پابند رہئے (ترجمہ ختم)

فائدہ: گھر والوں اور خاص کر اولاد کی دین کے مطابق تعلیم وتربیت کرنا بھی دراصل والد کی ذمہ داریوں میں داخل ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

قَـالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا الصَّبِيَّ بِالصَّلَاةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِينَ وَإِذَا بَلَغَ عَشْرَ سِنِينَ فَاضْرِبُوهُ عَلَيْهَا(ابو داؤد حديث نمبر ۴۱۷، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة،معرفة السنن والآثار للبيهقی ، كتاب الصلاة، باب صلاة الإمام قاعدا بقيام،واللفظ لهما،مصنف ابنِ ابی شيبة،متى يؤمر الصبى بالصلاة)

ترجمہ: نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب بچہ سات سال کا ہوجائے تو اسے نماز کا حکم کرو، اور جب دس سال کا ہوجائے تو نماز (نہ پڑھنے) پر اسے مارو (ترجمہ ختم)

فائدہ: بالغ ہونے سے پہلے نماز فرض نہیں ہوتی، لیکن بالغ ہونے سے پہلے بچہ کو نماز کی تاکید اوراس

کو مارنے کا حکم فرمایا، یہ اس کو نماز کی تعلیم وتادیب دینے کے لئے فرمایا، تاکہ وہ پہلے سے نماز پڑھنا سیکھ جائے، اور نماز پڑھنا شروع کردے، اور بچہ اس حال میں بالغ ہو کہ وہ نماز کو صحیح طرح اور پابندی کے ساتھ پڑھنے کا عادی ہو۔ [۱]

حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۱۸، کتاب الصلاۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلاۃ،مستدرک حاکم، کتاب الایمان)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کو جب وہ سات سال کے ہوں، نماز کا حکم کرو، اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو ان کو نماز (کے چھوڑنے) پر مارو، اور (اسی عمر سے) ان کے بستر ایک دوسرے سے الگ کردو (ترجمہ ختم)

فائدہ: اولاد میں لڑکا اور لڑکی دونوں شامل ہیں، لہٰذا یہ حکم بھی دونوں قسم کی اولادوں کو شامل ہے، دس سال کی عمر میں بلوغ کے قریب عمر ہوتی ہے، اس لئے بعض چیزوں کا اسی عمر میں حکم دے دیا گیا، چنانچہ نماز میں کوتاہی کرنے پر مارنے کا حکم دیا گیا، تاکہ نماز میں سستی اور غفلت نہ کریں، اور ان کے بستر الگ الگ کرنے کا حکم دیا گیا، جس میں بہت سے فتنوں سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

لہٰذا جب اولاد دس سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے ایک دوسرے کے ساتھ ایک ہی بستر پر نہ سلایا جائے، خواہ وہ بہنیں ہوں، یا دو بھائی ہوں۔

اور آج کل شہری زندگی میں جگہ کی تنگی کی وجہ سے اگر ساتھ ساتھ سونے کی ضرورت پیش آئے تب بھی بستر الگ الگ کر دیئے جائیں اور ممکنہ حد تک درمیان میں فاصلہ یا کوئی چیز حدِ فاصل کے طور پر رکھ دی جائے۔

(مرقاۃ المفاتیح، کتاب الصلاۃ)

اور حضرت عمرو بن شعیب ہی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُرُوا أَبْنَاءَكُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ وَإِذَا أَنْكَحَ أَحَدُكُمْ

---

[۱] وَقَدْ رُوِيَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ : (مُرُوهُمْ بِالصَّلَاةِ لِسَبْعٍ ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا لِعَشْرٍ) وَلَيْسَ ذَلِكَ عَلَى وَجْهِ التَّكْلِيفِ ، وَإِنَّمَا هُوَ عَلَى وَجْهِ التَّعْلِيمِ وَالتَّأْدِيبِ (احکام القرآن جصاص ، باب الغلام یبلغ والکافر یسلم فی بعض رمضان)

عَبُدَهُ أَوُ أَجِيرَهُ فَلا يَنُظُرَنَّ إِلَى شَيْءٍ مِنُ عَوُرَتِهِ فَإِنَّ مَا أَسُفَلَ مِنُ سُرَّتِهِ إِلَى رُكُبَتَيُهِ مِنُ عَوُرَتِهِ (مسند احمد حدیث نمبر ۶۴۶۷ واللفظ لهٗ وحدیث نمبر ۶۴۰۲، سنن دارقطنی ، کتاب الصلاة،باب الْأَمْرِ بِتَعْلِيمِ الصَّلَوَاتِ وَالضَّرْبِ عَلَيْهَا وَحَدِّ الْعَوْرَةِ الَّتِي يَجِبُ سَتْرُهَا)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر ہونے پر نماز کا حکم کرو، اور جب دس سال کے ہوجائیں تو انہیں نماز نہ پڑھنے پر مارو، اور (اسی عمر پر) ان کے بستر ایک دوسرے سے الگ کردو، اور جب تم میں سے کوئی اپنے غلام یا نوکر کا نکاح کردے تو اس کے ستر (شرم گاہ) والے حصہ کو ہرگز نہ دیکھے، کیونکہ مرد کی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ ستر (شرمگاہ) میں داخل ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: حدیث میں جو اولاد کو نماز کا حکم کرنے کا فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ سرپرستوں کے ذمہ یہ حکم واجبُ العمل ہے، اگر وہ اس میں غفلت وکوتاہی کریں گے، تو گناہگار ہونگے۔

مگر مارنے میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ شدید نہ مارا جائے، مثلاً جس سے ہڈی ٹوٹ جائے، گوشت پھٹ جائے، یا کوئی عضو تلف و ناقص ہوجائے، اور چہرہ پر مارنا بھی منع ہے۔

اور دس سال کی عمر ہونے پر بستر الگ کرنا بھی ضروری ہے، ورنہ اولاد غیر شعوری طور پر مختلف فتنوں میں مبتلا ہوسکتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرد کے ستر کا حصہ جس پر کسی دوسرے کو نظر ڈالنا جائز نہیں، وہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے (فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۸۱۷۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ :(إذَا بَلَغَ أَوُلَادُكُمُ سَبُعَ سِنِينَ فَعَلِّمُوهُمُ الصَّلَاةَ ، وَإِذَا بَلَغُوا عَشُرَ سِنِينَ فَاضُرِبُوهُمُ عَلَيُهَا ، وَفَرِّقُوا بَيُنَهُمُ فِي الُمَضَاجِعِ)(احکام القرآن جصاص، سورة التحریم آیت ۶)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تمہاری اولاد سات سال کی ہوجائے، تو اسے نماز کی تعلیم دو، اور جب دس سال کی ہوجائے تو ان کو نماز (کے چھوڑنے) پر مارو، اور (اسی عمر سے) ان کے بستر ایک دوسرے سے الگ کردو (ترجمہ ختم)

حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِهَا إِذَا بَلَغَ السَّبْعَ وَيُضْرَبُ عَلَيْهَا إِذَا بَلَغَ عَشْرًا (مصنف ابنِ ابی شیبۃ،متی یؤمر الصبی بالصلاۃ)

ترجمہ: بچے کونماز کاحکم دیا جائے گا جب سات سال کا ہوجائے ،اورنماز (کے چھوڑنے) پر مارا جائے گا، جب دس سال کا ہوجائے (ترجمہ ختم)

حضرت ابواسحاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ يُعَلَّمُ الصَّبِيُّ مَا بَيْنَ سَبْعِ سِنِينَ إِلَى عَشَرِ سِنِينَ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،متی یؤمر الصبی بالصلاۃ)

ترجمہ: بچے کو (نماز وغیرہ کی)تعلیم دی جاتی تھی، سات سال سے دس سال کے دوران (ترجمہ ختم)

فائدہ: یعنی سات سال سے دس سال کے درمیان بچے کونماز کی تعلیم دی جاتی تھی۔

جیسا کہ گزشتہ احادیث سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن یحصبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

يُؤْمَرُ الصَّبِيُّ بِالصَّلَاةِ إِذَا عَدَّ عِشْرِينَ(مصنف ابنِ ابی شیبۃ،متی یؤمر الصبی بالصلاۃ)

ترجمہ: بچے کونماز کا (سختی کے ساتھ)حکم کیا جائے گا، جب وہ دس سال کا ہوجائے (ترجمہ ختم)

حضرت ابواحوص سے روایت ہے کہ:

قَالَ عَبْدُ اللهِ حَافِظُوا عَلَى أَبْنَائِكُمْ عَلَى الصَّلَاةِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ،متی یؤمر الصبی بالصلاۃ،واللفظ لہٗ، مصنف عبدالرزاق حدیث نمبر ۷۲۹۹،السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۵۲۹۹ باب ما علی الآباء والأمھات من تعلیم الصبیان أمر الطھارۃ والصلاۃ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنی اولادوں پرنماز کی حفاظت کرو (ترجمہ ختم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو بعض محدثین نے کچھ اضافہ کے ساتھ اس طرح بھی روایت کیا ہے:

حَافِظُوا عَلَى أَبْنَائِكُمْ فِي الصَّلَاةِ ثُمَّ تَعَوَّدُوا الْخَيْرَ فَإِنَّمَا الْخَيْرُ بِالْعَادَةِ (السنن الکبریٰ للبیہقی حدیث نمبر ۵۲۹۷،وحدیث نمبر ۵۲۹۸ باب ما علی الآباء والأمھات من تعلیم الصبیان أمر الطھارۃ والصلاۃ،واللفظ لہٗ،المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۹۰۵۴)

Idara Ghufran

ترجمہ: اپنی اولادوں پر نماز کے بارے میں حفاظت (ونگرانی) کرو، پھر انہیں خیر (یعنی اچھے کاموں) کی عادت ڈالو، کیونکہ خیر (یعنی اچھے کام) تو عادت ڈالنے ہی سے آتے ہیں (ترجمہ ختم)

مشہور اور جلیلُ القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانُوا يُعَلِّمُونَ الصِّبْيَانَ الصَّلاَةَ إِذَا أَثْغَرُوا (مصنف ابنِ ابی شیبة،متی یؤمر الصبی بالصلاة)

ترجمہ: بچوں کو (صحابۂ کرام) نماز کی تعلیم اس وقت دیا کرتے تھے، جبکہ بچوں کے (کچے) دانت گرنا شروع ہوجاتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: بچوں کے کچے دانت ٹوٹنے اوران کی جگہ پکے دانت آنے کا آغاز عموماً ساتویں سال کی عمر سے ہوجاتا ہے (ملاحظہ ہو ''حاذق'' صفحہ ۱۷۱، مصنفہ: حکیم اجمل خان صاحب)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

يُعَلَّمُ الصَّبِيُّ الصَّلاَةَ إِذَا عَرَفَ يَمِينَهُ مِنْ شِمَالِهِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،متی یؤمر الصبی بالصلاة)

ترجمہ: بچے کو نماز کی تعلیم دی جائے جب اس کو دائیں کی بائیں سے پہچان ہوجائے (ترجمہ ختم)

فائدہ: عموماً بچے کو سات سال کی عمر میں اس طرح کا شعور پیدا ہوجاتا ہے۔

حضرت ابنِ سیرین رحمہ اللہ سے بھی اسی قسم کی روایت منقول ہے (ملاحظہ ہو: مصنف ابنِ ابی شیبة،متی یؤمر الصبی بالصلاة)

حضرت ہشیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ يُعَلِّمُ بَنِيهِ الصَّلاَةَ إِذَا عَقَلُوا وَالصَّوْمَ إِذَا طَاقُوا (مصنف ابنِ ابی شیبة،متی یؤمر الصبی بالصلاة)

ترجمہ: بچوں کو نماز کی تعلیم دی جائے اس وقت دی جاتی تھی جب وہ سمجھ دار ہوجاتے تھے، اور روزے کی تعلیم اس وقت دی جاتی تھی جب ان میں روزہ رکھنے کی استطاعت ہوجاتی تھی (ترجمہ ختم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَحِمَ اللَّهُ رَجُلًا قَامَ مِنْ اللَّيْلِ فَصَلَّى وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَإِنْ أَبَتْ نَضَحَ فِي وَجْهِهَا الْمَاءَ رَحِمَ اللَّهُ امْرَأَةً قَامَتْ مِنْ اللَّيْلِ

فَصَلَّتْ وَأَيْقَظَتْ زَوْجَهَا فَإِنْ أَبَى نَضَحَتْ فِي وَجْهِهِ الْمَاءَ (ابو داؤد ،باب قیام اللیل،حدیث نمبر ۱۱۱۳ ، وباب الحث علی قیام اللیل،حدیث نمبر ۱۲۳۸ ،نسائی ، باب الترغیب فی قیام اللیل،ابن ماجة باب ما جاء فیمن أیقظ أهله من اللیل،مسند احمد حدیث نمبر ۷۴۰۳، وحدیث نمبر ۹۲۵۴، صحیح ابنِ حبان حدیث نمبر ۲۵۶۷،صحیح ابنِ خزیمة جماع أبواب صلاة التطوع باللیل،مستدرک حاکم ،کتاب الایمان،حدیث نمبر ۱۱۶۴ ،مسند البزار حدیث نمبر ۸۵۰۲)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرماتے ہیں جو رات کو اٹھتا ہے، پھر نماز پڑھتا ہے،اور اپنی بیوی کو بھی (نماز کے لئے) جگاتا ہے،اور اگر وہ (نیند کے غلبہ یا سستی کی وجہ سے) نہیں اٹھتی تو اس کے چہرہ پر پانی کا چھنٹا مار دیتا ہے (تا کہ وہ اٹھ جائے) (اور اسی طرح) اللہ تعالیٰ اس عورت پر رحم فرماتے ہیں جو رات کو اٹھتی ہے، پھر نماز پڑھتی ہے،اور اپنے شوہر کو بھی (نماز کے لئے) جگاتی ہے،اور اگر وہ (نیند کے غلبہ یا سستی کی وجہ سے) نہیں اٹھتا،تو اس کے چہرہ پر پانی کا چھنٹا مار دیتی ہے (تا کہ وہ اٹھ جائے) (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں رات کی نماز سے تہجد کی نماز مراد ہے،جس کی بہت فضیلت ہے،اور وہ کم از کم دو رکعت ہیں،سب سے کم رکعتوں کے پڑھنے پر یہ فضیلت بیان کی گئی ہے،اگر اور زیادہ پڑھی جائیں گی تو اور زیادہ فضیلت ہوگی۔

بعض روایات میں یہ فضیلت عام گھر والوں کے بارے میں آئی ہے،یعنی گھر کا جو فرد بھی یہ عمل کرے گا کہ خود بھی اٹھ کر تہجد پڑھے گا،اور دوسرے گھر کے فرد کو بھی محبت کے ساتھ اٹھائے گا،تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہوگا۔

اس حدیث میں رحمت کا مستحق ہونے کے لئے عورت کا ذکر الگ سے اس لئے کیا گیا،تا کہ عورتوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ فضیلت کا یہ استحقاق مرد حضرات کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عورتیں بھی یہ نیک عمل کر کے اس کی مستحق بن سکتی ہیں،اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ عورت بھی اپنے شوہر کے لئے نیک عمل کرانے کی کوشش کر کے اجر و ثواب حاصل کر سکتی ہے۔

البتہ مرد کا پہلے ذکر کر کے اس طرف اشارہ کر دیا گیا کہ وہ عورت کے مقابلہ میں رات کو پہلے اٹھنے اور بیدار ہونے کا زیادہ مستحق ہے۔

Idara Ghufran

اور چہرہ پر پانی کا چھینٹا مارنے میں یہ حکمت ہے کہ چہرہ تمام اعضاء میں سب سے زیادہ فضیلت وشرافت والا عضو ہے، اور چہرہ پر پانی کے چھینٹے پڑنے سے نیند جلدی بھاگ جاتی ہے، اور سستی دور ہو جاتی ہے، اور آنکھیں جو نیند کا ذریعہ ہیں وہ بھی چہرہ میں ہوتی ہیں، اور وضو کا پہلا فرض بھی چہرہ دھونا ہے۔

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ حدیث میں پانی کا چھینٹا مارنے کا ذکر پہلے دوسرے طریقہ سے جگا دینے کی کوشش کرنے کے بعد ہے، اول وہلہ میں ہی نہیں ہے، نیز پانی کے چھینٹے سے مراد بہت کم مقدار میں پانی کے چھینٹے مارنا مراد ہے، نہ کہ پوری طرح بھگو دینا، تاکہ نیند بھاگنے اور سستی دور ہونے کا مقصد حاصل ہو جائے بعض اوقات احادیث میں بیان فرمودہ ہدایات کو پوری طرح نہ سمجھنے کی وجہ سے طرح طرح کی خرابیاں اور جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں، جو احادیث کی تعلیم نہیں ہوتے۔

(کذا فی فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۴۴۳۱)

حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ الرَّجُلُ مِنْ اللَّيْلِ وَأَيْقَظَ امْرَأَتَهُ فَصَلَّيَا رَكْعَتَيْنِ كُتِبَا مِنْ الذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ (ابن ماجة، باب ما جاء فيمن أيقظ أهله من الليل حديث نمبر ۱۳۲۵، واللفظ لهٗ، مسند ابویعلیٰ الموصلی حدیث نمبر ۱۰۷۴، صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۲۵۶۹)

ترجمہ: نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آدمی رات کے (کسی حصہ میں) نیند سے بیدار ہوا اور اپنی بیوی کو بھی بیدار کرے اور پھر یہ دونوں دو (نفل) رکعتیں پڑھیں، تو وہ دونوں اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے والے (مردوں میں) اور کثرت سے ذکر کرنے والی (عورتوں میں) لکھ دیئے جاتے ہیں (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس حدیث میں آدمی کے رات کو خود اٹھ کر اور اپنے بیوی کو اٹھا کر دونوں کے تہجد کی دو رکعتیں پڑھنے کی یہ عظیم الشان فضیلت بیان کی گئی ہے کہ دونوں کثرت سے ذکر کرنے والوں میں لکھ دیئے جاتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ فرشتوں کو اس طرح لکھنے کا حکم فرماتے ہیں۔

اور جب یہ دونوں کثرت سے ذکر کرنے والوں میں شمار کر لئے جاتے ہیں، تو کثرت سے ذکر کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو مغفرت وغیرہ کے وعدے فرمائے ہیں، یہ ان کے بھی مستحق ہونگے

(کذا فی فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۴۳۴)

مقالات ومضامین　مفتی محمد رضوان

حکیم قاری محمد یونس صاحب مرحوم

مورخہ ۷/صفر المظفر ۱۴۳۰ھ/۳/فروری 2009ء بروز منگل بوقتِ سحر جناب حکیم قاری محمد یونس صاحب وصال فرما گئے۔

حکیم صاحب موصوف جو کہ قرآن کے قاری ہونے کے ساتھ فاضلِ طب والجراحت بھی تھے، اور دواخانہ تحفظِ ختمِ نبوت سرکلر روڈ راولپنڈی کے بانی مبانی تھے۔

آپ نے اجمل طبیہ کالج، راولپنڈی سے فاضل طب کی ڈگری حاصل کی تھی، اور اجمل طبیہ کالج راولپنڈی کے لیکچرار بھی رہ چکے تھے۔

پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔اے اسلامیات کیا تھا، اور قاری عبدالمالک صاحب (مہتمم مدرسہ تجوید القرآن، گوالمنڈی، راولپنڈی) سے تجوید کی تعلیم حاصل کی تھی، اور جامعہ فرقانیہ مدنیہ (کوہاٹی بازار، راولپنڈی) سے درسِ نظامی کے کچھ درجات کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔

اور حکیم صاحب موصوف عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع راولپنڈی کی شوریٰ کے رکن بھی تھے۔

حکیم صاحب موصوف دراصل خاندانی حکیم تھے، اور طب وحکمت کا سلسلہ آپ کا جدی پشتی رہا ہے، اور ان کے خاندان کے بعض حضرات کے بقول تقریباً تین سو سال سے طب وحکمت کا سلسلہ چلا آ رہا ہے، اور آپ کا سلسلۂ نسب چنگیز خان سے جا کر ملتا ہے۔

حکیم صاحب موصوف کے والد کا نام حکیم کرم الٰہی تھا، اور ان کے والد صاحب کا نام حکیم صاحب الدین تھا، حکیم صاحب موصوف کے والد صاحب کا دواخانہ سرکلر روڈ، راولپنڈی کے قریب ہی بنی چوک میں قائم تھا (جہاں آج کل منظور پنساری کے نام سے دکان قائم ہے)

حکیم صاحب موصوف نے 1984ء میں سرکلر روڈ، راولپنڈی میں دواخانہ قائم کیا، جس کے ساتھ آپ تادمِ حیات وابستہ رہے۔

درمیان میں غالباً 1993ء سے 1998ء تک جیکب لائن، کراچی میں بھی دواخانہ یونس کے نام سے آپ نے مطب قائم کیا، اور وہاں مقیم رہے، اور راولپنڈی میں بعض اپنے نائب حضرات کو مقرر کیے رکھا۔

حکیم صاحب موصوف کی تاریخِ پیدائش 19 مارچ 1939ء ہے، اور 2009ء میں آپ کا وصال ہوا، اس طرح آپ نے کل 70 سال کی عمر پائی۔

حکیم صاحب موصوف سے بندہ کا ایک دیرینہ اور قریبی تعلق رہا ہے، عام طور پر بندہ کی اقتداء میں ہی یومیہ اور جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے، اور اس کے علاوہ بھی ملاقات وزیارت کے مواقع حاصل ہوتے رہتے تھے، اور ان کی زندگی کے بالکل آخری ایام تک بھی بندہ کا ان سے قریبی تعلق رہا، اور بہت سے ایسے واقعات پیش آتے رہے، جو زندگی بھر شاید ذہن سے نہ نکل سکیں۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حسنِ سیرت کے ساتھ حسنِ صورت سے بھی نوازا تھا، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو چند ایسی خصوصیات سے نوازا تھا جو خال خال ہی لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔

خوش خَلقی کے ساتھ ساتھ خوش خُلقی بھی اگر جمع ہوجائے تو چار چاند لگ جاتے ہیں، حکیم قاری محمد یونس صاحب میں بھی اللہ تعالیٰ نے کافی حد تک ان دونوں نعمتوں کو جمع فرما دیا تھا۔

آپ کی زندگی کا دور ایک یادگار اور تاریخی دور کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

جب سے آپ طب کی خدمات کے شعبہ سے وابستہ ہوئے، اس وقت سے آپ کا معمول رہا کہ دینی مدارس کے طلبہ کا مفت اور فی سبیل اللہ علاج فرمایا کرتے تھے۔

اور ان سے تشخیص اور دوا کی اجرت اور قیمت وصول نہیں فرماتے تھے۔

اور ان کو قیمتی ادویات، خمیرے، معجونیات اور دیگر ادویہ، مفت فراہم کیا کرتے تھے۔

اور اس کی بنیادی وجہ دینی مدارس اور مہمانانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور وقعت کا دل میں قائم ہونا تھی۔

علاج ومعالجہ کے شعبہ سے ہٹ کر بھی آپ علماء وطلبہ کی بے حد قدر ومنزلت دل میں رکھتے تھے۔ اور آپ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ حضراتِ علمائے کرام کو اپنے سر کا تاج سمجھتے ہیں۔

جب بھی کسی عالم دین سے ملاقت ہوتی یا کوئی ذکرِ خیر ہوتا تو آپ پر ایک خاص کیفیت نمایاں طور پر نظر آتی تھی، اس کے علاوہ آپ مختلف علماء وطلبہ کی ھدایا وتحائف کے ساتھ بھی سعادت سمجھ کر خدمات فرمایا کرتے تھے۔

سخاوت اور ضرورت مندوں کے تعاون میں آپ اپنی نظیر آپ ہی تھے۔

ضرورت مندوں اور حاجت مندوں کی مدد اور تعاون تو گویا کہ آپ نے اپنی زندگی کا وظیفہ تصور کیا ہوا تھا۔

جب بھی کسی ضرورت منداور حاجت مند کا سوال آتا اور آپ کو اس کے حقیقی حاجت مند ہونے کا یقین ہوجاتا تو آپ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی مدد کرنے سے گریز نہیں فرماتے تھے۔

اور بعض اوقات اس سلسلہ میں مال کی غیر معمولی مقدار بھی صرف فرما دیا کرتے تھے۔

بہت سے ضرورت مند تو ایسے بھی تھے جن سے حکیم صاحب یومیہ یا ماہانہ بطور وظیفہ تعاون فرماتے تھے۔

بعض ضرورت منداور مستحق لوگ روزانہ کھانے کے وقت حکیم صاحب کے پاس آتے اور حکیم صاحب ان کو کھانے کے لئے رقم فراہم کر دیا کرتے تھے یا اپنے مطب کے قریب میں موجود ہوٹل یا ریڑھی پر کسی ملازم کے ساتھ رقم دے کر بھیج دیتے تھے کہ ان کو کھانا کھلا دیا جائے۔

اور کاغذ اور کچرا چننے والے بچوں کو شام کے وقت روزانہ کچھ رقم فراہم کرتے تھے، جس کی وجہ سے شام کے وقت آپ کے مطب کے باہر ایسے کئی بچے جمع ہوجاتے تھے۔

آپ کہا کرتے تھے کہ یہ بچے کسی سے مانگتے نہیں، کاغذ وغیرہ چن کر کام چلاتے ہیں، اس لئے ان کا تعاون کرنا بہت ثواب ہے۔

دینی مدارس اور مساجد کی وہ ضروریات جن کی عام طور پر ضرورت ہوتی اور ان کا کسی اور کی طرف سے انتظام نہ ہوتا، آپ خاص اپنی طرف سے ان ضروریات کا انتظام کر دیا کرتے تھے۔

اس طرح آپ نے مختلف مساجد میں پنکھے، پانی کے کولر اور دوسری چیزیں نصب فرما کر آخرت کا ذخیرہ جمع فرمایا۔

اور سرائے صالح، ضلع ہری پور میں تو آپ نے بنفسِ نفیس پوری مسجد تعمیر کرائی تھی اور ساتھ ہی مدرسہ بھی جن کو مسجد زکریا اور مدرسہ ختمِ نبوت کے نام سے موسوم کیا تھا، اس مدرسہ میں ناظرہ وحفظ کے علاوہ درجۂ سادسہ تک درسِ نظامی بھی جاری ہے، اور اس کے خطیب وامام اور صدر مدرس ایک معمر عالمِ دین مولانا غلام ربانی صاحب زید مجدہم ہیں، اور اس مسجد کے تمام ضروری اخراجات بھی بغیر کسی چندہ حاصل کئے خود ہی پورے فرمایا کرتے تھے۔

بہت سے ضرورت مند ایسے بھی حکیم صاحب سے وابستہ تھے جو برائے نام تھوڑا بہت مطب کا کام کرتے تھے، اور حکیم صاحب ان کی ضروریات کا معقول انتظام فرما دیا کرتے تھے۔

اس طرح کئی گھرانوں کی مستقل کفالت آپ کے ساتھ وابستہ تھی۔

اور حکیم صاحب نے دوسال تک راولپنڈی کی ایک مسجد میں اس طرح امامت وخطابت بھی انجام دی کہ اس کی کوئی تنخواہ نہیں لیتے تھے، بلکہ خود اپنی جیب سے ماہانہ اڑھائی ہزار روپیہ مسجد کے فنڈ میں جمع کراتے تھے، اور اس زمانے میں رہائش کے غیر معمولی دور ہونے کے باوجود موٹر سائیکل کے ذریعہ سے فجر کی نماز میں مسجد پہنچ جایا کرتے تھے۔

حکیم صاحب نے زندگی میں متعدد حج اور عمرے کئے، آپ کے متعلقین کے بقول حکیم صاحب نے گیارہ مرتبہ حج اور تیرہ مرتبہ عمرے کا سفر کیا، پہلا حج 1971ء میں بذریعہ روڈ کیا۔

دین کی تبلیغ میں بھی آپ زندگی بھر کوشاں رہے۔

زبانی اور تحریری طور پر آپ نے اپنی صلاحیتوں کو دین کی تبلیغ میں صرف کیا۔

جو مریض آپ کے پاس آتے، ان کو بھی آپ جسمانی علاج ومعالجہ کے ساتھ روحانی غذاء فراہم کرتے تھے یعنی ان کو نماز روزے اور کئی سنتوں اور شرعی احکام کی تبلیغ وتلقین فرماتے تھے، اور امراض کے ساتھ ان اعمالِ خیر کا ایسا تعلق اور نسبت جوڑ دیا کرتے تھے، جس سے مریض کے دل میں ان چیزوں پر عمل کی اہمیت پیدا ہوتی تھی، اور اس طرح آپ کے مطب سے بے شمار مریض جسمانی شفاء کے ساتھ روحانی شفاء بھی حاصل کرتے تھے۔

اس کے علاوہ چلتے پھرتے زبانی طور پر بھی آپ مختلف طریقوں سے دین کے احکام اور بطورِ خاص بعض سنتوں کے فوائد ومنافع بتلا کر ان کی ترغیب دیا کرتے تھے۔

آپ کے پاس مریضوں کی ایک لمبی قطار ہوتی تھی، اور ایک طرف خواتین اور دوسری طرف مرد حضرات کی نشست کا انتظام ہوتا تھا، لیکن جب مریض زیادہ تعداد میں ہوتے تو مطب سے باہر بھی کھڑے ہوتے تھے اس دوران آپ تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے تھے، اور مریضوں تک آواز پہنچانے کے لئے آپ نے اسپیکر اور کالر مائیک اور مائیک کا باقاعدہ انتظام رکھا ہوا تھا، بعض اوقات بہت دیر تک حکیم صاحب تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھتے، اور بعض مریض صبح سے شام تک دوا کے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے، مگر عام طور پر مریض اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔

اور تحریری طور پر بھی وقتاً فوقتاً مختلف قسم کے مضامین کی اشاعت کرا کر مفت لوگوں کو تقسیم کرنے کا اہتمام

فرماتے تھے۔

خاص طور پر ختمِ نبوت کے حوالہ سے آپ نے بے شمار خدمات سرانجام دیں، اور اس اعلیٰ خدمت کے لئے آپ نے ہر طرح سے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کیا، اور اپنے مطب کی عمارت بھی عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے لئے وقف فرمائی۔

اس طرح آپ نے بے شمار لوگوں کو دین کی طرف دعوت دے کر اور لوگوں کو راہِ راست پر لگا کر اپنے لئے آخرت کے ذخیرہ کا انتظام فرمایا۔

حضرت حکیم صاحب میں جو ایک امتیازی خصلت دیکھنے کا بارہا موقع ملا۔ وہ آپ کی عاجزی اور تواضع تھی، جو آپ کے ہر قول و فعل سے نمایاں ہوتی تھی۔

چنانچہ آپ نے تکبر و بناوٹ سے اپنے آپ کو بچا کر زندگی گزاری۔

بات چیت اور اپنی کسی حرکت سے آپ تکبر اور بڑائی کا احساس نہیں ہونے دیتے تھے۔

آپ کی زندگی میں ایک اور چیز جو نمایاں طور پر محسوس ہوتی تھی وہ سادگی تھی۔

اپنے لباس اور دوسری چیزوں میں آپ تکلف کے عادی نہیں تھے۔

اور اسی وجہ سے گھر میں غیر ضروری سامان بھی نہیں رکھتے تھے، بلکہ جب کچھ پیسہ جمع ہو جاتا، تو فوراً اسے کسی کارِ خیر میں لگا کر خرچ کر دیا کرتے تھے۔

فوت ہونے کے بعد آپ کی خصوصی رہائش گاہ میں بستر اور ضروری برتن وغیرہ ہی پائے گئے۔

عبادت و ریاضت میں بھی حکیم صاحب کا مقام بہت بلند تھا، رات کو بہت مختصر وقت کے لئے آرام کیا کرتے تھے، اور بعض اوقات بالکل بھی آرام نہ کرتے تھے، اور صبح کو اشراق کے بعد ہی کچھ گھنٹوں کے لئے آرام کرتے تھے، رات کے اکثر حصہ میں عبادت (نوافل، ذکر و تلاوت) میں مشغول رہتے تھے، اور صبح گیارہ بجے سے رات گیارہ بجے تک آپ کے مطب کے اوقات تھے، درمیان میں نمازوں کے اوقات میں وقفہ ہوا کرتا تھا، ہر نماز کے وقت کے لئے آدھا گھنٹہ مقرر کیا ہوا تھا، البتہ دوپہر کو ظہر کی نماز اور طعام کے لئے ڈیڑھ بجے سے تین بجے تک وقفہ کا معمول تھا۔

حکیم صاحب موصوف کی ایک عادت یہ تھی کہ اگر وہ کسی کو ڈانٹ دیتے یا کسی کے ساتھ کوئی ناگوار بات پیش آجاتی تو بعد میں اس کو ہدیہ وغیرہ دے کر یا معافی مانگ کر یا کسی اور طریقہ سے اس کو جب تک خوش نہ

کر دیتے ،اس وقت تک سکون نہیں ملتا تھا۔

حکیم صاحب کی ایک کرامت یا توجہ وتصرف جوان کے مطب اور مریضوں کے حوالے سے معروف تھی ، وہ یہ ہے کہ حکیم صاحب جوں ہی کسی سفر پر جانے کا ارادہ کرتے تھے،تو آپ کے ارادہ کرتے ہی بغیر کسی اعلان واشتہار کے مریضوں کی آمد منقطع ہوجاتی تھی ،اوراس کے برعکس جب سفر سے واپسی پر جوں ہی شہر میں داخل ہوتے ،تو مطب پہنچنے سے پہلے ہی مطب میں مریضوں کی آمد شروع ہوجاتی تھی ۔

حکیم صاحب نے زندگی میں مختلف اوقات میں تین نکاح کئے ،لیکن کسی بیوی سے آپ کی حقیقی اولاد نہیں ہوسکی ۔

حکیم صاحب کی وفات کے بعد آپ کے مطب میں آج کل آپ کے بھانجے حکیم قاضی افتخار احمد صاحب اور آپ کے بھتیجے آغا محمد ربانی صاحب اور حکیم صاحب کے معاونِ خصوصی حکیم نور محمد صاحب خدمات انجام دے رہے ہیں ۔

حکیم صاحب کے متعلقین سے معلوم ہوا کہ وفات سے تقریباً ایک مہینہ پہلے سے آپ اپنی موت کا مختلف طریقوں سے ذکر کرنے لگے تھے،اور وفات سے ایک دن پہلے انہوں نے اپنے ذمہ میں بعض پنساریوں وغیرہ کے واجبات کی بڑی بڑی ادائیگیاں کردی تھیں، اور یہ دن گزرنے کے بعد رات کے آخری حصہ میں آپ کو دل کا دورہ پڑا ،جس کے نتیجہ میں ہسپتال پہنچنے سے قبل ہی آپ کی روح پرواز کرگئی ۔

حکیم صاحب موصوف نے زندگی میں ہی اپنا کفن خرید کر رکھ لیا تھا ،اوراپنے متعلقین کو وصیت کردی تھی ، کہ ان کو یہ کفن پہنایا جائے ، چنانچہ وصیت کے مطابق آپ کو وہ کفن ہی پہنایا گیا۔

اور آپ کو راولپنڈی کے مشہور قبرستان جدید عیدگاہ میں دفن کیا گیا ،اوراس کے قریب ہی آپ کا جنازہ پڑھا گیا ،جس میں ایک جمِ غفیر اور اہلِ علم حضرات کے بڑے طبقہ نے شرکت کی ۔

آپ کی نمازِ جنازہ آپ کی تعمیر کردہ مسجد زکریا ومدرسہ ختمِ نبوت (سرائے صالح ،ضلع ہری پور) کے خطیب وامام اور صدر مدرس معمر عالمِ دین مولانا غلام ربانی صاحب زید مجدہم نے پڑھائی ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم صاحب موصوف کی کامل مغفرت فرمائیں، اور آپ کے درجات بلند فرمائیں ۔آمین

مقالات و مضامین

مفتی محمد امجد حسین

بدل کے بھیس پھر آتے ہیں ہر زمانے میں

برٹش سامراج کے تسلط کے دوران انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں عالم اسلام میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہوا جس کا فرض منصبی اور مشن جدت پسندی اور روشن خیالی کی آڑ میں اسلام کے اتفاقی و اجماعی اصول و احکام پر عمل جراحی کرنا تھا، اس بچہ جمہورا نے سامراج کے اسلام فوبیا کے ناجائز بطن سے جنم لیتے ہی اپنی اصلیت و جبلت کے نادر نمونے پیش کرنے شروع کر دیئے۔

سامراج کے ان سپوتوں کے ناز، غمزہ و ادا سے ارباب بصیرت و اہل نظر اول وہلے میں ہی تاڑ گئے تھے کہ طاغوت نے کیا داؤ کھیلا ہے اور آگے عالم اسلام کو کیا کیا مسائل و مصائب پیش آنے والے ہیں۔

تو بہر رنگے کہ خواہی جامہ پوش   من از اندازِ قدت می شناسم

چنانچہ اہل حق اربابِ بصیرت پہلے دن سے ہی اس کی پیش بندی کے لئے متفکر و کوشاں ہو گئے تھے اور اس دجل و تلبیس کی قلعی کھولنے اور امت کے سامنے احقاق حق و ابطال باطل کا فریضہ سرانجام دینے میں انہوں نے سعی بلیغ خرچ کی، طاغوت کا حق کو دبانے اور مٹانے کے لئے یہ تیسرا راؤنڈ و مرحلہ تھا [1]

سامراج نے سابقہ تلخ تجربات کو سامنے رکھتے ہوئے اب کے بار طریقہ واردات میں یہ بنیادی تبدیلی کر لی تھی کہ خود امت مسلمہ کے سپوتوں کو اپنے رنگ میں رنگ کر ان کی برین واشنگ کر کے ان کے ذریعے ہی عالم اسلام میں تفریق و انتشار اور دین حقہ میں تجدید و تحریف کا عمل دہرائے، عیسائی مشنریوں اور استشراق تحریک میں یہ بڑی کمی تھی کہ وہ تحریف و تلبیس میں جتنی بھی مہارت دکھالیں لیکن تھے تو آخر غیر مسلم اور

---

[1] اس سے پہلے حق و باطل کی کشمکس اور پنجہ آزمائی کے دو راؤنڈ سامراجی تسلط کے بعد خاص طور پر اس خطہ برصغیر میں جاری ہو چکے تھے، پہلا راؤنڈ عیسائی مشنریوں کے ذریعے برصغیر میں خصوصاً اور پورے عالم اسلام میں عموماً ذہنی ارتداد پھیلانا، پادری فنڈر کی ہندوستان سے ترکی تک سینہ زوریاں اور چرب زبانیاں اور اس کے مقابلے اور تعاقب میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی (صاحبِ اظہار حق) اور ڈاکٹر وزیر خان وغیرہ کی کامیاب مہمات اور کارنامے اسی پہلے مرحلے کی تاریخ کی بنیادی کڑی ہے۔ دوسرا راؤنڈ استشراق تحریک کی شکل میں تھا جس کی اپنی طویل و عریض اور عمیق و دقیق تاریخ ہے اور جس کا تسلسل تاہنوز جاری ہے، طریقہ ہائے واردات اس کے بدلتے رہے ہیں (ہم نے التبلیغ کے انہی صفحات پر تحریک استشراق کے اغراض و مقاصد اور انکے طریقہ ہائے واردات کا ایک عرصہ پہلے تعارف کرایا تھا ملاحظہ ہو التبلیغ جلد ۴ شمارہ نمبر ۹ ص ۵۹)

اسلام مخالف قوم کے افراد اس وجہ سے عامۃ المسلمین میں ان کو پذیرائی نہیں مل سکتی تھی اور نہ ان کی بات پر اپنے دین وملت کے باب میں وہ اعتماد کر سکتے تھے، البتہ مسلمانوں کا اشرافی طبقہ بالعموم بہت سہولت اور آسانی سے مستشرقین کے پروپیگنڈے کا شکار ہوکر اس رو میں بہہ گیا اور احساسِ کمتری میں مبتلا ہوکر اپنے ماضی سے مایوس اور مستقبل سے ناامید ہوگیا اور انہوں نے اپنی زندگی کو بڑی حد تک مغربی سامراج سے وابستہ کرلیا یہ طبقہ چونکہ مقتدر اور فیصلہ کن حیثیت کا حامل رہا ہے اس لئے ان کی مذہبی وتہذیبی غلامی نے امت کو ہمیشہ بڑے مسائل سے دوچار کئے رکھا ہے۔ [۱]

انیسویں صدی کے دوسرے نصف میں سامراج نے جب عالم اسلام کو تجدید وجدت پسندی کا تحفہ دیا تو اسلامی دنیا میں تین ملک ترکی، مصر اور ہندوستان نمایاں اور فیصلہ کن حیثیت کے حامل تھے لہٰذا تجدید کی تحریکیں انہی تین ملکوں میں سب سے پہلے اٹھیں۔ ترکی میں ضیاء گوک الپ اور اس کے ہم فکر لوگ، مصر میں شیخ عبدہٗ، طٰہٰ حسین، قاسم امین، فرید وجدی، احمد مراغی وغیرہ، ہند میں سرسید اور اس کے ہمنوا

---

[۱] آج پورے عالم اسلام میں جو فکری اور سیاسی انتشار برپا ہے اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ مسلمان ملکوں میں زمامِ اقتدار اس روشن خیال، سیکولر طبقہ کے ہاتھ میں ہے جس کو اسلام سے برائے نام تعلق ہے اور اسلام کا جو برائے نام تعارف ان کو ہے وہ بھی بالعموم مستشرقین کے لٹریچر کا مرہونِ منت ہے جو اسلام اور مشاہیر اسلام کے ہر ہنر وخوبی کو عیب ونقص بنا کر دکھانے اور باور کرانے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں، اسی طرح تعلیم، ابلاغیات، صحافت ومعیشت وغیرہ تمام کلیدی اور اجتماعی اداروں کے پالیسی ساز اور ذمہ دار بالواسطہ یا بلاواسطہ بالعموم یہی سیکولر وجدت پسند لوگ ہوتے ہیں جبکہ ان مسلمان ملکوں کی رعایا اور عامۃ المسلمین یعنی جمہور اہل اسلام اپنے دین سے غیر معمولی عقیدت، لگاؤ اور جذباتی وابستگی رکھتے ہیں اور ایک عام مسلمان کتنی بھی بدعملی میں مبتلا ہو اس کو وہ اپنا قصور اور جرم سمجھتا ہے اور امورِ دینیہ میں علمائے دین کی طرف رجوع کرتا ہے، اور ان کی بات پر اعتماد کرتا ہے، یہ چیز طاغوتی قوتوں کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن ہے۔ چنانچہ وہ ایک طرف تو اپنے ان کاسہ لیس مسلمان ملکوں کے سیکولر اہل اقتدار کے ذریعے اسلامی دنیا میں ایسے قوانین نافذ کرواتا ہے جو اسلامی تعلیمات سے متصادم اور مادیت والحاد پر مبنی ہوتے ہیں۔ دوسری طرف ذرائع ابلاغ، پرنٹ والیکٹرانک میڈیا اور نظام ونصاب تعلیم کے ذریعے پوری قوم خصوصاً نئی نسل کو مادیت واباحت پرستی کے رنگ میں رنگ دیتا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنی روایات واقدار کے باغی اور اپنے دین سے بیگانہ ہوجاتے ہیں اور اسلام سے ان کا رشتہ کمزور سے کمزور تر ہوجاتا ہے۔ اس طرح مسلمان معاشروں میں اسلام کی بیخ کنی اور اسلامیت کی شکست وریخت کا ایک مسلسل عمل جاری رہتا ہے اس صورتحال پر جب کچھ لوگ کڑھتے ہیں اور احتجاج کرتے ہیں یا اپنے اپنے زعم کے مطابق ملی ودینی بیداری اور اصلاح احوال کے لئے کوئی تحریک پیدا کرتے ہیں تو سیکولر سامراجی حکمران پوری ریاستی مشینری ان کی آواز دبانے اور ان کو نمونہ عبرت بنانے پر لگا دیتے ہیں۔ میڈیا کے محاذ پر سرگرم سامراج کا محافظ طبقہ پروپیگنڈے کے توپوں کے دہانے کھول کر برسٹ مارنا شروع کردیتا ہے کہ یہ بنیاد پرست ہیں، دہشت گرد ہیں، دقیانوس ہیں، انتہا پسند ہیں، حالانکہ اصلاً یہ ساری انارکی اور بے چینی خود ان سیکولر حکمرانوں اور ان کے ریاستی اداروں کے ظالمانہ اور ملت کش اقدامات سے ہی جنم لیتی ہے۔ اور اس طرح دونوں جانب سے تصادم کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور مسلمانوں کی صلاحیتیں باہم سر پھٹول میں ہی فنا ہوتی رہتی ہیں اور یہی طاغوت کا مقصد ہے کہ یہ اپنے بکھیڑوں میں لگے رہیں اور ہمارے زیر دست رہیں ؎ یاناعی الاسلام قم وانعی قدزال عرفاً وبدا منکرا

باقی اہلِ نیچر، تحریک تجدید کے بانی اور طبقہ اولین کے لوگ ہیں۔

بعد کے طبقوں مشتے نمونہ از خروارے ہمارے ہاں کے متجددین میں سے چند معروف نام یہ ہیں:

نیاز فتحپوری، علامہ مشرقی (خاکسار تحریک کے بانی) غلام جیلانی برق، اسلم جیراجپوری، غلام احمد پرویز اور فتنہ انکارِ حدیث کے باقی اساطین، ڈاکٹر فضل الرحمان، وحیدالدین خان، تمنا عمادی، حبیب الرحمان کاندھلوی، عمر احمد عثمانی، مسعود الدین عثمانی، فرحت نسیم ہاشمی، پرویزی دربار کا ابوالفضل جاوید غامدی اور اس کے مریدانِ باصفا خصوصاً غامدی مذہب کے نئے شارح و ترجمان قبلہ عمار خان ناصر بالقابہ۔

تجدید و ترقی کے نام پر دین اسلام کی جراحی کے عمل میں ان کے الگ الگ طریقہ کار رہے ہیں۔ کسی نے شریعت اسلامی کے دوسرے ماخذ احادیث پر ہاتھ صاف کئے (اس میں اسنادی وفنی کٹ حجتیاں کر کے یا اس کی تشریعی حیثیت کا انکار کر کے اسے محض تاریخی ذخیرہ کی حیثیت دے کر)۔ کسی نے دین کی از سرِ نو تحقیق اور اجتہاد مطلق کو اپنا پیدائشی حق ٹھہرایا اور امت کی چودہ سو سالہ روایات، اجماع اور تعامل کو بیک قلم مسترد کر کے وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگی کے نام پر عجیب عجیب شگوفے جھڑے اور نئے نئے گُل کھلائے۔

اصل اسلام کے منحرفین ان جدت پسندوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ چور جس طرح چوکیدار کو اپنا دشمن سمجھتا ہے اور اس سے خدا واسطے کا بیر رکھتا ہے اس طرح یہ طبقہ علمائے حق کو اپنی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے اور ان کو جو بھی موقعہ ملتا ہے اور جہاں تک ان کے بس میں ہوتا ہے علماء حق پر طعن و تشنیع کرنے کا کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا، یہ رائے عامہ کو علماء کے خلاف ہموار کرنے کے لئے کبھی یوں نصیحت کرتا ہے کہ علماء کو وقت کے تقاضوں کے ساتھ چلنا چاہئے کبھی یوں گل افشانی فرماتے ہیں کہ علماء ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہیں ۔کبھی روایتی مولوی کی پھبتی کستا ہے، کبھی ان پر جمود کا الزام لگاتا ہے ان سے پوچھنا چاہئے کہ وقت کے تقاضوں اور ترقی سے آنجناب سرکار کی کیا مراد ہے؟

اگر یہ مراد ہے کہ مسلمان سائنس وٹیکنالوجی کے وسائل سے آراستہ ہو جائیں اور اپنی صنعت، زراعت اور باقی پیداواری شعبوں میں جدید ترقی یافتہ صورتوں اور طریقوں کو اپنائیں تو خدارا ذرا بتائیں اس سے کس عالمِ دین نے روکا ہے یا ان چیزوں کو ناجائز بتایا ہے بلکہ اس معاملے میں تلخ حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان ممالک صنعت اور ٹیکنالوجی کی ترقی اور خود کفالتی میں مجرمانہ غفلت کے مرتکب ہیں۔

اور غیروں کے دست نگر بنے ہوئے ہیں، اکثر مشینی آلات، مصنوعات، دفاعی ساز وسامان وغیرہ باہر سے

برآمد کرتے ہیں، غیران پر اپنا مال بھی بیچتے ہیں اور اپنی پالیسیاں بھی ٹھونستے ہیں۔

اور اگر وقت کے تقاضوں سے مراد رقص وموسیقی، شراب وقمار، فحاشی وعریانی، بے پردگی وآوارگی، مرد وزن کا آزادانہ اختلاط، مخلوط تعلیم، سودی نظام، ضبط ولادت جیسی چیزیں مراد ہیں تو علمائے حق واقعی ان چیزوں سے روکتے ہیں اور شریعت کی ترجمانی کا تقاضہ ان کو روکنے کا ہی ہے لیکن ذرا یہ بھی تو سمجھا دیا جائے کہ عقل وخرد کی کون سی منطق ان چیزوں کو ترقی کا سبب قرار دیتی ہے اصل المیہ یہ ہے کہ ہمارے سیکولر وروشن خیال طبقے مغرب سے صرف بدعملی اور اباحت پرستی سیکھنے اور اپنے ہاں رائج کرنے کے رسیا ہیں اور مغرب بھی ہمیں صرف آوارگی سکھانا چاہتا ہے اگر مذہب اس آوارگی اور جنسی انارکی کو اپنانے میں حائل بنتا ہے تو جدت پسندوں کا کارِ منصبی ہے کہ اجتہاد وتحقیق اور تعبیر جدید کے نام پر مذہب میں تحریف کر کے ان باتوں کو سندِ جواز مہیا کرے باقی صنعتی ترقی صحیح معنوں میں کامل طریقے پر نہ ہم نے کرنی ہیں نہ مغرب نے کرنے دینی ہے کہ پھر ان کی مصنوعات کی کھپت کے لئے منڈی کہاں میسر آئے گی اور ان کا تسلط کیسے قائم رہے گا۔

جب حقیقت یہ ہے تو پھر ان جدت پسند مفکرین کا شور وغوغا علماء کے خلاف یا تو اس وجہ سے ہے کہ وہ براہ راست سامراج کے یا مسلمان ملکوں پر سامراج کے وفادار سیکولر حکمرانوں کے وظیفہ خوار اور وفادار ہیں اپنے مخصوص مادی ومنصبی مفادات کی بقا کے لئے یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں تاکہ مسلمان عوام خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر اپنے دین کے مقتضیات پر عمل درآمد کے لئے کمربستہ نہ ہو جائیں جس سے سامراج کے سیاسی ومعاشی مفادات پر زد پڑے۔ یا پھر اس کی ایک دوسری وجہ ان جدت پسندوں کی یہ مخصوص ذہنیت بھی ہوسکتی ہے کہ وہ اسلام کو عیسائیت اور عالم اسلام کو مغرب پر قیاس کرتا ہے کہ جس طرح مغرب کی نشاۃِ ثانیہ کے آغاز میں وہاں سائنسی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ عیسائی پادری اور راہب اور پوپ صاحبان تھے جب تک ان کا مغربی دنیا پر تسلط قائم رہا، انہوں نے کوئی علمی اور تخلیقی کوشش کامیاب نہ ہونے دی، اور سائنسی انکشافات پر انہوں نے الحاد وبے دینی کا حکم لگا کر قابل گردن زدنی جرم ٹھہرایا تھا۔

گلیلیو اور اس طرح دیگر بیسیوں سائنسدان اسی جرم میں ماخوذ ومعتوب ہوئے لیکن رفتہ رفتہ یہ علمی وسائنسی بیداری کی تحریکیں زور پکڑنے لگیں اور مذہبی تشدد کا مقابلہ کر کے انہوں نے پاپائیت کا جوا اپنے گلوں سے اتار پھینکا اور مذہب کی بالادستی کو ختم کر کے اس کے کردار کو محدود کر دیا، اس مشن میں مارٹن لوتھر، کالون، روسو وغیرہ جیسے متجددین ومصلحین کا کردار نمایاں تھا اس طرح عیسائی مذہب کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر

مغرب سائنسی ترقی کی شاہراہ پر سرپٹ دوڑنے لگا، اس سے عالم اسلام کا تجدد پسند طبقہ اسلام کو عیسائیت، علماء حقہ کو پاپائیت اور اپنے آپ کو مصلحین یورپ، لوتھر روسو وغیرہ پر قیاس کرنے لگا۔

اور اپنی حماقت اور غباوت سے یہ سمجھنے لگا کہ ہماری سائنسی یا مادی پسماندگی کا سبب نعوذ باللہ ہمارا مذہب ہے اور علماء پوپ صاحبان کی طرح جمود کے ساتھ اسے معاشرے پر مسلط کیئے ہوئے ہیں اور ہم لوتھر اور روسو کی طرح اسلام کے بخیئے ادھیڑ کر اور مولویوں کو معاشرے سے کاٹ کر امت مسلمہ کے مصلح بن جائیں گے اور ہماری تحریفات وتجدیدات کے نتیجے میں اسلامی دنیا میں دودھ اور شہد کی نہریں بہنے لگیں گی، بھیڑ اور بھیڑیا ایک ہی گھاٹ سے سیراب ہوکر باہم شیر وشکر ہوں گے۔ یہ ذہنیت ان پر اس شدت سے سوار ہے جس طرح مالیخولیا کے مریض پر اپنے فاسد تخیلات۔ درحقیقت یہ ان جدت پسندوں کا بڑا مغالطہ اور گمراہی ہے جو انہوں نے اسلام کو عیسائیت پر قیاس کرلیا اور علماء کا پاپائیت کے ساتھ موازنہ کیا ہے۔

عیسائی مذہب جب تحریف کے عمل سے گزر کر، رومی دیو مالائی اعتقادات اور شرکیہ مذہب کے ساتھ یگانگت اور موافقت کی صورت میں سامنے آیا، اور رومی سلطنت کے سر کا تاج بنا، تو وہ محض انسانی تخیلات اور خوش اعتقادیوں کا مجموعہ رہ گیا تھا وہی مذہب نشاۃ ثانیہ کے دور تک مغربی دنیا کو تگنی کا ناچ نچاتا رہا اس میں اس طرح کی کوئی کوالٹی اور وسعت نہ تھی کہ وہ قیامت تک ہر تغیر پذیر زمانے میں اپنے فاسد اور وہمی وتخیلاتی اصولوں کو منوا سکتا، یہ محرف شدہ جدید مذہب تو محض انسانی توہمات کا ملغوبہ تھا وہ علم وآگہی سے کیسے آنکھیں ملا سکتا تھا۔ اس لئے علم وانکشاف کے دور میں وہ تشدد سے اپنے آپ کو منوانے کی کوشش کرنے لگا تو تصادم ہوا اور اس کا ہوّا نکل گیا۔

لیکن اسلام کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے وہ دین فطرت ہے، اپنی اصلی شکل میں قرآن وسنت کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے، قیامت تک قائم رہنے کے لئے آیا ہے۔ اور اس کے جامع اصول وفرامین آج کے جدید سائنسی دور میں بھی ایسے ہی تر وتازہ اور قابل قبول وقابل نفاذ ہیں جس طرح پہلے دن تھے اور دنیوی فوز وفلاح وکامرانی اور اخروی سعادت ونجات کی وہ آج بھی ہمیشہ کی طرح ضمانت دیتا ہے۔ بلکہ جیسے جیسے سائنسی انکشافات وایجادات کا سلسلہ آگے بڑھ رہا ہے اس کی دی ہوئی خبروں اور اشاروں کی تصدیق وحقانیت ثابت ہو رہی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے سائنسی ایجادات کا مرحلہ سر کرکے بھی سکھ وچین نہ پا سکنے والی سسکتی انسانیت اس کے دامن عافیت میں پناہ ڈھونڈ رہی ہے اور اسلام میں داخل ہوکر

آج مشرق ومغرب کا سائنس زدہ انسان زندگی کا وہ سب سے بڑا راز پا جاتا ہے جسے پانے کے لئے اس نے کبھی سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا اور کبھی چاند کو اپنی بلند پروازی کی جولانگاہ بنایا۔ جدت پسند جن کے قلب وقالب پر مادیت اور نفسانیت کی دبیز تہیں چڑھی ہوئی ہیں اور رب کی معرفت ایمان کی حلاوت اور روحانی لذت سے وہ تہی دامن ہیں وہ اپنی سطحی سوچ اور ذہنیت سے یہ سمجھتے ہیں کہ دین اسلام کے خدائی اصولوں کو مغربی اباحت پرستی اور نام نہاد مادی ترقی کی قربان گاہ پہ بھینٹ چڑھا دیں۔ **ودونہ خرط القتاد** (ترمذی، کتاب الفتن، باب لزوم الجماعۃ)

لمحہ فکریہ

نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے میری امت گمراہی پر کبھی جمع نہ ہوگی یعنی امت میں مختلف گمراہ طبقے تو پیدا ہوتے رہیں گے لیکن آخر تک ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ساری امت گمراہی پر جمع ہو جائے جیسا کہ عیسائیت اور یہودیت اس حادثہ سے گزرے ہیں۔ عیسائی تیسری صدی میں پولوس کے مرتّبہ محرف دین پر جمع ہو گئے اور اس کو قرون وسطیٰ میں پوری انتہا پسندی کے ساتھ اپنائے رکھا اور پھر نشاۃ ثانیہ کے دور میں ایک طویل تصادم کے بعد ساری عیسائی دنیا مصلحین مغرب کی طرف سے زندگی کے ہر میدان سے اس کی بے دخلی پر راضی ہو کر اس کی ایک بالکل نئی محدود صورت پر قانع و راضی ہوگئی تو امت مسلمہ کا اجتماعی ضمیر اسلام میں ایسے کسی رخنہ پر راضی ہو کر جمع نہ ہوگا۔ اگر جدت پسند ٹیکنالوجی کے دور کی اپنی کم از کم ڈیڑھ سوسالہ تاریخ پر غور کریں تو ان پر واضح ہو جائے گا کہ ان کا اسلام میں تجدید کے عمل کو عیسائیت پر قیاس کرنا ایسا ہی تھا جیسے دن کو رات پر قیاس کرنا۔ اگر اسلام میں ایسی کایا پلٹ ممکن ہوتی جیسے جدت پسند چاہتے ہیں اور جیسی عیسائیت میں ہوئی ہے تو گذشتہ ڈیڑھ سوسالہ تاریخ گواہ ہے کہ اس کے لئے ہر حربہ آزمایا جا چکا ہے۔ ہر ہتھکنڈہ روبہ عمل لایا جا چکا ہے۔ مکرودجل کے سارے داؤ چلائے جا چکے ہیں لیکن اسلام کی ساری تعلیمات الحمدللہ آج بھی جوں کی توں ہیں۔ تروتازہ ہیں۔ بہتیرے اللہ والے ان سب تعلیمات کو حرزِ جان بنائے ہوئے ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان باوجود ہر طرح کی بدعملی کے اپنے دین کی ہر ہر بات کو پوری عقیدت اور احترام کی نظر سے دیکھتا ہے، کیا اس کی وجہ یہی نہیں ہے کہ امت کا اجتماعی ضمیر اس بات پر دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتا ہے کہ اسلام اللہ کا بنایا ہوا دین ہے اسے کسی زمانے میں بدلنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بدلے ہوئے اجتماعی زندگی کے حالات کا سامنا کرنے کے لئے اس کے اصولوں میں پہلے سے ہی

داخلی لچک موجود ہے، جس کی تفصیلات فقہ واصول فقہ کی صورت میں پہلے سے طے ہوچکی ہیں۔
اس لئے اس دین کو اپنی تجدید وترمیم کے لئے مارٹن لوتھر یا روسو جیسے مصلحین کی ضرورت نہیں اور اس کا معاملہ عیسائیت وغیرہ سے یکسر مختلف ہے وہاں اگر لوتھر، روسو مصلحین اور نجات دہندہ شمار ہوتے ہیں تو یہاں دین میں تحریف وترمیم کو راہ دینے والے ہمیشہ لعنت وملامت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ اور اسلامی تاریخ کے وہ اہل تجدد محرفین ومنحرفین یہ ہیں۔ مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، عبداللہ بن سبا، واصل بن عطاء، حسن بن صباح، حمدان بن اشعث قرمطی، ابوالفضل، فیضی، کمال اتاترک، مرزا قادیانی، محمد علی لاہوری وغیرہ، اور ان منحرفین کا مقابلہ کرنے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ، مجدد الف ثانی رحمہ اللہ وغیرہ وغیرہ اسلامی تاریخ کے ہیرو اور آئیڈیل ہستیاں ہیں۔
اہلِ تجدد کے خدوخال کے عکاس چند اشعار (ترجمانِ حقیقت شاعرِ مشرق ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کے) قارئین کی ضیافتِ طبع کے لئے پیشِ خدمت ہیں: ؎

ہے کس کی جرأت کہ مسلمان کو ٹوکے | حریت افکار کی نعمت ہے خداداد
چاہے تو کرے کعبے کو آتش کدہ پارس | چاہے تو کرے اسمیں فرنگی صنم آباد [1]
قرآن کو بازیچہ تاویل بناکر | چاہے تو خود ایک تازہ شریعت کرے ایجاد
ہے مملکت ہند میں ایک طرفہ تماشہ | اسلام ہے محبوس مسلمان ہے آزاد

کرتے ہیں غلاموں کو غلامی پہ رضامند | تاویلِ مسائل کو بناتے ہیں بہانہ
بہتر ہے کہ شیروں کو سکھادیں رِم آہو | باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

یہ علم وحکمت کی مہرہ بازی یہ بحث وتکرار کی نمائش | ہوس کی خونریزیاں چھپاتی ہیں عقلِ عیار کی نمائش

---

[1] ایک تازہ دم جدت پسند (جس نے اس عاشقی میں عزتِ سادات بھی کھودی) کچھ عرصہ پہلے کیل کانٹوں سے لیس ہوکر مسجدِ اقصیٰ پر یہودیوں کا حق جتلانے کے لئے خم ٹھونک کر میدان میں اترے تھے، اور امتِ مسلمہ کے اکابر واصاغر کو رگیدتے چلے گئے تھے کہ آج تک پوری امت اس جرم میں مبتلا رہی کہ یہودیوں کے حقِ تولیت کا انکار کر کے بیت المقدس پر قابض رہی، اب جبکہ دجال کی آمد آمد ہے، اور یہود اس کے استقبال کے لئے ارضِ موعودہ پر بزور قابض ہوکر وہاں جمع ہوچکے ہیں، اور وہاں کے مسلمانوں پر دائرۂ حیات تنگ کر رکھا ہے، تو ان صاحب پر یہ راز فاش ہوا کہ یہ تو اصل میں یہودیوں ہی کا حق تھا، چلو اچھا ہوا کہ حق بحق دار رسید۔
باقی خونِ مسلم کی ارزانی جو وہاں اور جہاں جہاں ہورہی ہے یہ معمول کا مشغلہ ہے، اس کی فکر میں پڑھنا تضییعِ اوقات ہے، یہ تحقیق وتجدید کے دائرے سے خارج ہے، یار لوگوں نے ان حضرت کے لتّے بھی لئے لیکن اپنی ہٹ کے پکے ہیں، ابھی تک جدت پسندوں کی پچ پہ کھیل رہے ہیں، بندہ ڈھیٹ ہونا چاہیئے، ہرچہ بادا باد۔

بسلسلہ: تاریخی معلومات مولوی طارق محمود

ماہِ صفر: چوتھی نصف صدی کے اجمالی حالات وواقعات

☐......**ماہِ صفر ۳۰۲ھ:** میں حضرت ابوالحسن، علی بن احمد بن منصور بن نصر بن بسام البسامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۳۹، تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۶۳)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۴ھ:** میں حضرت ابوبکر محمد بن احمد بن خالد بن شیرزاذ بورانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ عراق کے مشہور شہر تکریت کے قاضی تھے (تاریخِ بغداد ج۱ ص ۲۹۵)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۴ھ:** میں حضرت ابوالحسین محمد بن عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن ہارون الدقاق رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص ۴۶۹)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۴ھ:** میں حضرت ابوالحسن محمد بن حسین بن خالد قنبیطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۲ ص ۲۳۲)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۵ھ:** میں حضرت ابوبکر قاسم بن زکریا بن یحیٰی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ''المطرز'' کے نام سے مشہور تھے، ۲۲۰ھ کے لگ بھگ آپ کی ولادت ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۱۵۰، طبقات الحفاظ ج۱ ص ۶۰، تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۴۴۱)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۵ھ:** میں حضرت ابومحمد قاسم بن محمد بن بشار بن حسن بن بیان بن سماعہ بن فروۃ بن قطن بن دعامۃ انباری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۴۴۰)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۷ھ:** میں حضرت ابومحمد ہیثم بن خلف دوری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۷۶۶)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۸ھ:** میں حضرت ابومطیع مکحول بن فضل نسفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ''اللؤلئیات فی الزھد والآداب'' کتاب کے مصنف تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۳)

☐......**ماہِ صفر ۳۰۸ھ:** میں حضرت ابوالحسن حکیم بن ابراہیم بن حکم قرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (تاریخِ بغداد ج۸ ص ۲۲۹)

☐......**ماہِ صفر ۳۱۲ھ:** میں حضرت ابومحمد عبدالرحمٰن ثقفی الہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ حدیث میں بڑا مقام حاصل ہونے کی وجہ سے ''ہمذان'' کے محدث کہلاتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۴۳۹)

☐......**ماہِ صفر ۳۱۲ھ:** میں حضرت عبدوس بن احمد بن عباد ثقفی ہمذانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

(طبقات الحفاظ ج۱ ص ۶۴، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۷۷۳)

Idara Ghufran

□......**ماہِ صفر ۳۱۳ھ**: میں حضرت ابوالعباس، احمد بن محمد بن الحسین بن عیسی الماسرجسی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، حسن بن عیسیٰ بن ماسرجس نیسابوری رحمہ اللہ کے پوتے تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۴۰۵)

□......**ماہِ صفر ۳۱۵ھ**: میں حضرت ابوالحسن محمد بن جعفر بن احمد بن عمر بن شبیب صیرفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن الکوفی کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۳۵)

□......**ماہِ صفر ۳۱۷ھ**: میں حضرت ابوبکر احمد بن حسن بن عباس بن فرج بن شقیر نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۴ ص۸۹)

□......**ماہِ صفر ۳۱۹ھ**: میں حضرت قاضی القضاۃ ابوعبید، علی بن حسین بن حرب بن عیسیٰ بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ''ابن حربویہ'' کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص۵۳۸)

□......**ماہِ صفر ۳۲۰ھ**: میں حضرت شیخ الشافعیۃ ابوعبداللہ زبیر بن احمد بن سلیمان بن عبداللہ بن عاصم بن منذر بن زبیر بن عوام رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۵۸)

□......**ماہِ صفر ۳۲۰ھ**: میں حضرت ابوالیسیر علوان بن حسین بن سلمان بن علی بن القاسم مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے داماد تھے (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص۳۱۸)

□......**ماہِ صفر ۳۲۳ھ**: میں حضرت امام ابواسحاق ابراہیم بن حماد بن اسحاق بن اسماعیل ازدی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۶)

□......**ماہِ صفر ۳۲۳ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ ابراہیم بن محمد بن عرفۃ بن سلیمان عتکی ازدی واسطی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ نفطویہ کے لقب سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۷۶)

□......**ماہِ صفر ۳۲۳ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن محمد بن یوسف بن محمد بن دوست بزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، رمضان ۴۰۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص۱۲۴)

□......**ماہِ صفر ۳۲۳ھ**: میں حضرت ابوالقاسم مطرف بن فرج بن علی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ ابوسہولہ کے نام سے مشہور تھے، اور اندلس کے مقام ''بطلیوس'' کے باشندے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج۱ ص۱۸۹)

□......**ماہِ صفر ۳۲۵ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن سہل بن فضیل الکاتب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، ۱۳صفر بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور اسی دن تدفین ہوئی (تاریخِ بغداد ج۵ ص۳۱۶)

□......**ماہِ صفر ۳۲۵ھ**: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن عبدالرحیم بن منصور القواس رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ عبدالرحمٰن بن خراش رحمہ اللہ کے قریبی ساتھی شمار ہوتے تھے (تاریخِ بغداد ج۶ ص۱۶۲)

□......ماہِ صفر ۳۲۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن زکریا محاربی کوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔ (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۷۳)

□......ماہِ صفر ۳۲۷ھ: میں حضرت ابوذر احمد بن محمد بن محمد بن سلیمان بن حارث بن عبد الرحمٰن ازدی رحمہ اللہ انتقال ہوا، آپ ابن الباغندی کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۵ ص۸۶)

□......ماہِ صفر ۳۲۸ھ: میں حضرت ابوالحسن محمد بن احمد بن ایوب بن صلت بن شنبوذ المقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ شنبوذ کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۶۶، تاریخِ بغداد ج۱ ص۲۸۱)

□......ماہِ صفر ۳۲۸ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن عبدالمجید المقری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابوالاذان رحمہ اللہ کے بھانجے تھے (تاریخِ بغداد ج۷ ص۲۸۲)

□......ماہِ صفر ۳۲۹ھ: میں حضرت ابوالفضل محمد بن عبیداللہ بن محمد بن رجاء تمیمی بلعمی بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۲۹۲)

□......ماہِ صفر ۳۳۲ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن علی بن بطحا بن علی بن مسقلۃ تمیمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۶ ص۱۶۴)

□......ماہِ صفر ۳۳۳ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن محمد بن وشاح لخمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن اللباد کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۶۰)

□......ماہِ صفر ۳۳۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن فرج بن ابوطاہر دقاق رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ ابن البیاض کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۱ ص۳۵۳)

□......ماہِ صفر ۳۳۴ھ: میں حضرت عباسی خلیفہ ابوالقاسم عبداللہ بن علی مکتفی کی خلافت کے لئے بیعت ہوئی، اس دن صفر کی تین تاریخ اور ہفتہ کا دن تھا، یہ ایک سال چار مہینے اور چند دن خلیفہ رہے (مروج الذھب ج۲ ص۱۹۰)

□......ماہِ صفر ۳۳۵ھ: میں حضرت ابوبکر محمد بن جعفر بن احمد بن یزید صیرفی مطیری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۲ ص۱۴۶)

□......ماہِ صفر ۳۳۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن قاسم بن محمد الاموی رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی، آپ کا تعلق قرطبہ سے تھا، اور ''جالطی'' کے نام سے مشہور تھے (الصلۃ لابن بشکوال ج۱ ص۱۵۷)

□......ماہِ صفر ۳۳۸ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن دینار نیساپوری حنفی رحمہ اللہ کا انتقال ہو، آپ ابنِ دینار کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص۳۸۳، تاریخِ بغداد ج۵ ص۴۵۱)

Idara Ghufran

□......ماہِ صفر ۳۳۸ھ: میں حضرت ابوعقیل احمد بن عیسیٰ بن زید بن حسن بن عیسیٰ بن موسی بن ہادی بن مہدی سلمی قزاز رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۲۸۴)

□......ماہِ صفر ۳۳۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن یحییٰ بن تحیٰی بن یحییٰ لیثی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ قرطبہ کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۶۰)

□......ماہِ صفر ۳۴۰ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن احمد بن اسحاق بن ابراہیم بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۷۵)

□......ماہِ صفر ۳۴۱ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عیشونہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، آپ اندلس کے مشہور مقام ''طیطلہ'' کے رہنے والے تھے (تاریخ علماء الاندلس ج ۱ ص ۱۶۱)

□......ماہِ صفر ۳۴۳ھ: میں حضرت ابوہارون موسیٰ بن محمد بن ہارون بن موسیٰ بن یعقوب بن ابراہیم بن مسعود بن حکم انصاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (تاریخِ بغداد ج۱۳ ص ۶۱)

□......ماہِ صفر ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوالقاسم یحییٰ بن محمد بن یحییٰ قصبانی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۲۶۰ھ میں ہوئی (تاریخِ بغداد ج۱۴ ص ۲۳۵)

□......ماہِ صفر ۳۴۴ھ: میں حضرت ابوالحسن احمد بن سعد بغدادی رحمہ اللہ انتقال ہوا، آپ مصر میں رہتے تھے (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۱۸۳)

□......ماہِ صفر ۳۴۷ھ: میں حضرت ابوعلی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمۃ بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابنِ خزیمہ کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۱۶، تاریخِ بغداد ج۴ ص ۳۴۷)

□......ماہِ صفر ۳۴۷ھ: میں شیخ النحو حضرت ابومحمد، عبداللہ بن جعفر بن درستویہ بن مرزبان فارسی نحوی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۳۲)

□......ماہِ صفر ۳۴۹ھ: میں حضرت ابوالقاسم عبداللہ بن عمرو بن محمد بن حسین بن یزید بن غزوان کرابیسی بخاری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، حج کے سفر سے واپسی پر بغداد میں آپ کا انتقال ہوا (تاریخ بغداد ج۱۰ ص ۲۷)

□......ماہِ صفر ۳۴۹ھ: میں حضرت ابومحمد عباس بن محمد بن عباس جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن الجوہری کے نام سے مشہور تھے (تاریخِ بغداد ج۱۲ ص ۱۶۰)

□......ماہِ صفر ۳۵۰ھ: میں حضرت ابوجعفر عبداللہ بن اسماعیل بن ابراہیم بن عیسیٰ بن امیر المؤمنین منصور ابوجعفر عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ ابن بریہ کے نام سے مشہور تھے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۵۵۲)

بسلسلہ: فقہی مسائل (نماز کی شرائط کا بیان: قسط ۵) مفتی محمد امجد حسین

نمازوں کے مستحب و مکروہ اوقات

یوں تو پنجگانہ فرض نمازوں کے جو اوقات پیچھے ذکر ہوئے، ان میں سے ہر نماز کے پورے وقت کے جس حصہ میں بھی اس وقت کی نماز پڑھ لی جائے تو نماز کا فریضہ ادا ہو جائے گا لیکن اس پورے وقت میں مستحب، جائز اور مکروہ ہونے کے اعتبار سے پھر ذیلی تقسیم اور درجے ہیں، اور بعض نمازوں کا مستحب وقت گرمی، سردی کے موسموں کی وجہ سے بھی ادلتا بدلتا ہے، ذیل میں اسی کی قدرے وضاحت کی جاتی ہے۔

فجر کا مستحب وقت

فجر کی نماز میں صبح صادق ہونے کے بعد قدرے تاخیر مستحب ہے کہ ذرا سفیدی اور روشنی اچھی طرح پھیل جائے لیکن اتنی تاخیر بھی نہ ہو کہ بالکل سورج نکلنے کے قریب ہو جائے بلکہ ایسے وقت میں نماز شروع کرے (خصوصاً مسجد کی باجماعت نماز) کہ مستحب و مسنون درجے کی قرأت (جس کی مقدار چالیس سے ساٹھ آیتوں کے درمیان ہے) ترتیل کے ساتھ (یعنی ٹھہر ٹھہر کر) دونوں رکعتوں میں کر کے نماز پڑھ لے تو سلام پھیرنے کے بعد سورج نکلنے میں اتنا وقت باقی ہو کہ کسی وجہ سے یہ نماز لوٹانی پڑے تو اسی طرح مسنون قرأت کی مقدار کے ساتھ سورج نکلنے سے پہلے پہلے لوٹائی جا سکے۔ (البتہ حج کرنے والے کے لئے دس ذی الحجہ کی فجر مزدلفہ میں صبح صادق ہو چکنے کے بعد فوراً اندھیرے میں پڑھنا ہی افضل ہے) یہ حکم مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے ہمیشہ (پورے سال) اندھیرے میں ہی فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے فجر کے علاوہ باقی نمازوں میں عورت کے لئے مردوں کی جماعت ہو چکنے کے بعد پڑھنا افضل ہے (مثلاً اپنے محلے کی مسجد میں جماعت کا جو وقت مقرر ہے اس کے بعد نماز پڑھے)

ظہر کی نماز کا مستحب وقت

گرمی کے موسم میں ظہر کی نماز اتنی دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے کہ گرمی کی شدت ذرا کم ہو جائے اور اس تاخیر کی زیادہ سے زیادہ حد یہ ہے کہ چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے (سایہ اصلی کے علاوہ جیسا کہ پیچھے تفصیل گزری ہے) اور سردیوں کے موسم میں ظہر کا وقت داخل ہونے کے بعد اول وقت میں نماز پڑھنا

مستحب ہے۔ [1]

(موسمِ بہار سردیوں کے حکم میں ہے اور خزاں گرمیوں کے حکم میں، جبکہ ایک قول یہ بھی ہے کہ خزاں و بہار دونوں سردیوں کے حکم میں ہیں یعنی دونوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے)

عصر کی نماز کا مستحب وقت

عصر کی نماز میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ سورج پیلا پڑ جائے اور اس کی ٹکیہ پر نگاہ جمنے لگے، کیونکہ اس کے بعد عصر کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔

مغرب کی نماز کا مستحب وقت

ہمیشہ مغرب کی نماز غروب کے فوراً بعد پڑھنا مستحب ہے (البتہ اگر ابر آلود دن ہو اور نقشہ اوقات، گھڑی وغیرہ سے غروب کا وقت واضح ہونے کی سہولت میسر نہ ہو تو کچھ تاخیر سے پڑھے تاکہ غروب کا اچھی طرح یقین ہو جائے)

عشاء کی نماز کا مستحب وقت

عشاء کی نماز ہمیشہ ایک تہائی رات تک تاخیر کر کے پڑھنا مستحب ہے (بشرطیکہ جماعت نہ چھوٹے اور نہ جماعت میں تقلیل آئے اگر تقلیلِ جماعت کا اندیشہ ہو تو وقت داخل ہونے کے بعد جلدی جماعت قائم کر لی جائے آج کل وہ ہمتیں اور جذبے نہیں رہے اور دن کے مشاغل بھی بڑھ گئے اس لئے عشاء کی نماز جلدی پڑھ لی جاتی ہے تجربہ یہی ہے کہ تاخیر کی جائے تو لوگ جماعت سے پڑھنے کی بجائے اپنی اپنی پڑھ کے سر سے بوجھ اتار لیں گے، ایسے میں جلدی پڑھنا ہی متعین ہے تاکہ نہ جماعت ضائع ہو اور نہ جماعت کی حاضری میں کمی ہو (اور ایک تہائی رات سے مراد یہ ہے کہ غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق ہونے تک کے پورے وقت کا تیسرا حصہ، مثلاً غروب سے فجر تک نو گھنٹے کی رات ہو تو غروب سے تین گھنٹے گزرنے پر ایک تہائی رات پوری ہوگی) اور آدھی رات تک تاخیر کرنا جائز ہے (بشرطیکہ جماعت نہ

---

[1] جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت میں ہی پڑھنا (راجح قول کے مطابق) مستحب و افضل ہے، عیدین کی نماز کا وقت سورج طلوع ہونے کے بعد اشراق کا وقت ہونے پر شروع ہو جاتا ہے (طلوع شمس کے تقریباً بیس منٹ بعد اشراق کا وقت شروع ہوتا ہے اس سے پہلے ہر قسم کی نماز مکروہ ہوتی ہے) اور زوال سے پہلے پہلے تک رہتا ہے، اور عید الفطر کی نماز اشراق کا وقت ہونے کے بعد کچھ تاخیر کر کے پڑھنا مستحب ہے جبکہ عید الاضحیٰ کی نماز وقت داخل ہونے کے بعد جلدی پڑھنا مستحب ہے کیونکہ اس دن قربانی کا بڑا عمل ہے اس کے لئے جلد سے جلد فراغت ہو جائے۔

Idara Ghufran

چھوٹے) اور آدھی رات کے بعد عشاء کی نماز مکروہ تحریمی ہے بلاعذر اتنی دیر کرکے نہ پڑھے۔

وتر کی نماز اس شخص کے لئے آخر شب تک تاخیر کرکے پڑھنا مستحب ہے جس کو رات کے پچھلے پہر (صبح صادق سے پہلے) جاگ اُٹھنے کی عادت یا اپنے اوپر جاگ اٹھنے کا پورا بھروسہ ہو ایسا شخص تہجد کے بعد وتر پڑھے ورنہ پہلے پڑھ کرسورہے پھر آخر شب میں اٹھنا نصیب ہوا تو تہجد پڑھ لے (ابرآلود دن میں اگر وقت گھڑی وغیرہ سے واضح نہ ہو تو فجر، ظہر اور مغرب کی نماز کچھ تاخیر سے پڑھنا بہتر ہے تاکہ وقت داخل ہونے کا اچھی طرح یقین ہو جائے اور عصر وعشاء ایسے دن میں جلدی پڑھنا بہتر ہے گرمی کا موسم ہو یا سردی کا)

خیر خواہی کی ایک بات

عشاء کی نماز کے بعد دنیا کی باتیں کرنا، فضول اور بیہودہ کاموں میں لگنا، ٹی وی وغیرہ کے پروگراموں سے دل بہلانا (جو بذاتِ خود کئی گناہوں کا مجموعہ بھی ہیں) مکروہ اور ناجائز ہے تاکہ صبح کی نماز قضا ہونے یا جماعت فوت ہونے یا تہجد کا معمول رکھنے والے کی تہجد ضائع ہونے سے محفوظ ومامون رہے البتہ عشاء کی نماز کے بعد ضروری باتیں، قرآن مجید کی تلاوت دین وعلم دین کی باتوں کا تذکرہ ومطالعہ، نیک لوگوں کے قصے، مہمان کی دلجوئی وغیرہ کے لئے اس کے ساتھ جائز گفتگو (نہ کہ غیبت، بے ہودہ گپ اور گپاوٹیں وغیرہ) میں کوئی حرج نہیں معتدل درجے میں رات کے کچھ حصے تک یہ امور کرسکتا ہے کہ صبح نماز، جماعت وغیرہ بھی ضائع نہ ہو۔

افسوس کہ آج مسلمانوں کا معاشرہ عمومی طور پر میڈیا گزیدگی اور ٹی وی بلکہ ٹی بی زدگی کا شکار ہو کر راتوں کو جاگتا اور دن کو سوتا ہے اگر کوئی کسر باقی تھی تو وہ موبائل نے پوری کردی جس کے بدولت کتنے گھروں کی بہن، بیٹیاں آبرو باختہ ہو رہی ہیں اور ہماری نئی پود کی آوارگی انتہاؤں کو چھونے لگی ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ۔

وقت میں بے برکتی، زندگی میں بے چینی اور گھروں میں ناچاقیوں اور نحوستوں کا ایک بڑا سبب ہمارا یہ بددینی والا طرزِ عمل بھی ہے جس کی اصلاح ہمارے اپنے ہاتھوں میں ہے بس احساسِ زیاں پیدا ہو جائے۔ ؎

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا   کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

نمازوں کے مکروہ اوقات

مکروہ اوقات کی ایک قسم تو وہ ہے جس میں ہر قسم کی نماز مکروہ ہے اور وہ تین اوقات ہیں۔ طلوع، استواء اور

غروب کا وقت، طلوع کا وقت سورج کا کنارہ افق پر ظاہر ہونے سے لیکر سورج کی پوری ٹکیہ ظاہر ہونے اور اس میں کچھ تیزی آنے تک ہے (طلوع کے آغاز سے بیس منٹ تک کا وقت تقریباً) اور استواء کا وقت زوال ہونے سے پہلے پہلے آٹھ دس منٹ کا وقت ہے زوال ہونے تک، اور غروب کا وقت سورج میں زردی چھا جانے اور مدھم پڑ جانے سے غروب ہونے تک ہے (غروب سے پہلے بیس منٹ کے لگ بھگ دورانیہ) ان تینوں وقتوں میں کوئی ادا یا قضاء نماز پڑھنا جائز نہیں، البتہ درجِ ذیل چیزیں مستثنیٰ ہیں۔

(۱)......اس جنازہ کی نماز جو انہی وقتوں میں سے کسی وقت میں تجہیز وتکفین ہو کر تیار ہوا اس میں تاخیر نہ کرے ان اوقات میں ہی اس پر نماز پڑھ لی جائے۔

(۲)...... جو سجدہ کی آیت ان ہی اوقات میں تلاوت کرنے یا سننے کی وجہ سے واجب ہوا وہ بھی ان اوقات میں ادا کر سکتا ہے۔

(۳)......اسی دن کی عصر کی نماز سورج پیلا ہونے کے بعد بھی پڑھ سکتا ہے لیکن بلا عذر سستی یا لاپرواہی کی وجہ سے اتنی تاخیر کی تو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا ہوگی اور حدیث میں ایسی نماز کو منافق کی نماز کہا گیا ہے۔ ہاں کسی عذر سے کبھی تاخیر ہوگئی تو گنہگار نہ ہوگا (ان کے علاوہ بھی بعض نادر وغیر معروف صورتیں ہیں جن میں کچھ تفصیل ہے ان کے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں)

مکروہ اوقات کی دوسری قسم وہ ہے جن میں نوافل اور کچھ دیگر اس قسم کی نمازیں وغیرہ پڑھنا جائز نہیں۔ ان کی ضروری تفصیل درج ذیل ہے۔

(۱)......صبح صادق سے نماز فجر ادا کرنے تک کا وقت۔ اس میں صبح کی دو رکعت سنت مؤکدہ کے سوا ہر قسم کی نفل نماز اور واجب لغیرہ (یعنی نذر مقید ومطلق کی نماز۔ طواف کی دو رکعتیں وغیرہ) قصداً پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

(قصداً پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً تہجد پڑھ رہا تھا ابھی ایک رکعت پڑھی تھی کہ فجر کا وقت داخل ہو گیا تو دوسری رکعت مکمل کرے یہ نفل بغیر کراہت کے صحیح ہو جائیں گے)

(۲)...... فجر کی نماز پڑھنے کے بعد طلوع آفتاب تک کا وقت۔ اس میں بھی نفل اور واجب لغیرہ مکروہ تحریمی ہے (باقی قضاء فرض نمازیں صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سورج نکلنے تک پڑھ سکتا ہے)

(۳)......عصر کی نماز پڑھنے کے بعد سورج میں پیلاہٹ آنے تک کا وقت، اس میں بھی نفل اور واجب

لغیرہٖ ادا کرنا مکروہ ہے (قضاء نمازیں فجر کی طرح اس وقت میں بھی پڑھ سکتا ہے، اور سورج میں پیلاہٹ آنے کے بعد غروب تک قضاء نماز بھی نہیں پڑھ سکتا، جیسے کہ پیچھے تین اوقاتِ مکروہہ میں بیان ہوگیا)

(۴)......سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کی فرض نماز پڑھنے تک کا وقت اس میں بھی نفل اور واجب لغیرہٖ نمازیں مکروہ تحریمی ہیں اور جو شخص صاحبِ ترتیب نہ ہو (بالغ ہونے کے بعد پانچ نمازوں سے زیادہ جس کے ذمہ قضا پڑھنا باقی ہو تو وہ شخص صاحبِ ترتیب نہیں اس سے کم ہوں تو صاحبِ ترتیب ہے) اس کے لئے فوت شدہ نمازوں کی قضا پڑھنا بھی اس وقت میں مکروہ ہے۔

صاحبِ ترتیب کے لئے قضاء نماز پڑھنا، اسی طرح نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اس وقت میں جائز ہیں۔

البتہ نماز جنازہ مغرب کے فرضوں کے بعد پڑھنا بہتر و افضل ہے۔

(۵)...... جمعہ کے روز جب امام منبر پر آنے کے لئے کھڑا ہو جائے اس وقت سے لے کر نماز جمعہ ہونے تک ہر قسم کی نماز مکروہ تحریمی ہے حتیٰ کہ جمعہ کی سنتیں بھی، ہاں اگر سنتیں امام کے منبر پر آنے سے پہلے شروع کی تھیں تو وہ مکمل کر سکتا ہے اسی طرح صاحبِ ترتیب کے لئے سابقہ قضاء نمازیں پڑھنا بھی بلا کراہت جائز ہے۔

(۶)...... جب فرض نماز کی جماعت کے لئے اقامت شروع ہو جائے تو جماعت میں شامل ہونے کے بجائے کوئی نماز شروع کرنا مکروہ تحریمی ہے (صاحبِ ترتیب کے لئے قضاء پڑھنے کا یہاں بھی استثناء ہے)

(۷)...... جب کسی نماز کا وقت (مستحب) تنگ ہو جائے تو اس وقت کے فرض کے علاوہ ہر نماز مکروہ تحریمی ہے حتیٰ کہ صاحبِ ترتیب کے لئے قضا نماز بھی جائز نہ رہے گی۔

شمائلِ نبوی ﷺ کا ایمان افروز مرقّع

تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

حضور ﷺ کے اسمائے مبارکہ، پانچ صفاتی ناموں کی تشریح، اسمِ محمد و احمد کی توضیح، گزرِ اوقات کے احوال، مدنی زندگی کے آخری لمحات، عمرِ مبارک میں قولِ راجح کی تعیین، تاریخِ وصال، طالبانِ نبوت کے لئے وصیتیں، شمائلِ ترمذی کی سینتالیس احادیث کی تشریح و توضیح

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

Idara Ghufran

بسلسلہ: آدابُ المعاشرت

مفتی محمد رضوان

مسجد کے آداب

مسجد اللہ کا گھر شمار ہوتی ہے، اس لیے اس کو بنانا اور اس کا ادب واحترام کرنا اور اس کو آباد کرنا، تمام چیزیں افضل ترین عبادت ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ بَنَى مَسْجِدًا لِلّٰهِ بَنَى اللّٰهُ لَهُ فِي الْجَنَّةِ مِثْلَهُ (مسلم)

ترجمہ: جس نے اللہ کی رضا کے لیے مسجد بنائی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس کے مثل جنت میں گھر بنائیں گے (ترجمہ ختم)

اور کیونکہ مسجد اللہ تعالیٰ کا گھر ہے، اس لیے مسجد کے آداب بھی اسی کی شان کے مطابق ہیں، اور ان کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا انتہائی اہم ہے۔

مسجد کے چند آداب ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱)...... بہتر اور افضل یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لئے پاک وصاف اور ہو سکے تو باوضو تشریف لائیں۔

(۲)...... مسجد میں پہلے دایاں پاؤں داخل کیا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"

داخل ہو کر نفل اعتکاف کی نیت کر لینا بہتر ہے۔

(۳)...... مکروہ وقت نہ ہو اور موقع بھی ہو تو مسجد پہنچ کر دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھ لینا بہتر ہے۔

(۴)...... مسجد میں جہاں جگہ ملے ادب اور سکون کے ساتھ بیٹھ جانا چاہئے کسی صف میں جگہ نہ ہو تو زبردستی گھسنا نہیں چاہئے، اور کسی کی گردن بھی نہیں پھلانگنی چاہیے، اور جگہ کی خاطر کسی سے لڑنا جھگڑنا بھی نہیں چاہئے۔

(۵)...... جو شخص پہلے سے مسجد میں آ کر نہ بیٹھا ہو، اس کو اپنا رومال یا کوئی دوسرا کپڑا یا اور کوئی چیز رکھ کر کسی جگہ پر قبضہ جمانا اور دوسرے آنے والے کو اس جگہ بیٹھنے میں رکاوٹ ڈالنا درست نہیں۔

البتہ اگر کوئی شخص پہلے سے کسی جگہ بیٹھا ہوا ہے، اور درمیان میں کسی ضرورت (مثلاً وضو کرنے یا تھوکنے یا ناک صاف کرنے وغیرہ) کی وجہ سے اس جگہ سے اُٹھ کر جانا پڑ جائے اور اس کی جلد ہی واپس آنے کی نیت بھی ہو تو اس کے لئے کوئی رومال یا دوسرا کپڑا وغیرہ رکھ کر جانے کی گنجائش ہے۔

(۶)...... مسجد میں اتنی زور سے سلام کرنا جس سے عبادت (نماز، ذکر، تلاوت وغیرہ) کرنے والوں کی عبادت میں خلل پڑے صحیح نہیں ہے۔

(۷)...... اگر مسجد میں کچھ لوگ فارغ بیٹھے ہوں تو ان کو آہستہ آواز سے سلام کیا جا سکتا ہے اور اگر سب نماز یا ذکر و تلاوت وغیرہ میں مشغول ہوں تو ان کو سلام نہیں کرنا چاہئے۔

(۸)...... مسجد کو صاف ستھرا رکھنا چاہئے کوئی گندی اور بدبودار چیز مسجد میں نہیں لانی چاہئے، اور نہ ہی کوئی ایسی چیز لانی چاہئے، جس سے مسجد کی صفائی ستھرائی، اور پاکی واحترام میں خلل آئے۔

(۹)...... مسجد میں سگریٹ، بیڑی وحقہ پینا جائز نہیں، اس سے مسجد میں بدبو اور فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۰)...... کوئی بدبودار چیز (کچا پیاز، لہسن، مولی، تمباکو، نسوار وغیرہ) کھانے کے بعد منہ کی صفائی کے بغیر مسجد میں آنا مکروہ ہے۔

(۱۱)...... بعض چیزیں تو مسجد کے علاوہ دوسری جگہوں میں بھی گناہ ہیں، ان کو مسجد میں کرنا اور زیادہ گناہ ہے، مثلاً غیبت کرنا، چغلی کرنا، لڑنا، لڑانا، جھوٹ بولنا، گالی دینا، جھوٹی قسمیں کھانا، بہتان لگانا، کسی کو ناحق تکلیف پہنچانا، کسی کے عیب تلاش کرنا، کسی کو رسوا کرنا، تکبر اور غرور کی باتیں کرنا، ریاکاری دکھلاوا کرنا، دین کے متعلق بلاتحقیق بحث ومباحثہ اور رائے زنی کرنا، اور تصویر سازی کرنا وغیرہ۔

اس قسم کے گناہ بطورِ خاص مسجد میں کرنے سے بچنا ضروری ہے۔

اور بعض چیزیں اگرچہ اپنی ذات میں جائز ہوں جن کے کرنے میں نہ عذاب ہے نہ ثواب ہے، مگر مسجد کے احترام وآداب کی خلاف ورزی کی وجہ سے مسجد میں ان کو کرنا ممنوع ہے۔

(۱۲)...... مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا، شور وشغب کرنا، ہنسنا، دنیا کی باتیں یا سیاسی باتیں کرنا یا اسی قسم کی کوئی نازیبا حرکت کرنا، مثلاً مسجد میں تھوکنا، ناک صاف کرنا، اپنی انگلیاں چٹخانا اور اپنے بدن کے کسی حصہ سے کھیلنا مسجد کے آداب کے خلاف ہے۔

بلاضرورت مسجد میں دنیا کی باتیں کرنے سے نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔

(۱۳)...... مسجد میں فحش یا بے کار اور جھوٹے قصے کہانیوں یا اسلام کے خلاف مضامین پر مشتمل لٹریچر، تصویردار اخبارات ورسائل یا اخبارات کی جھوٹی خبریں مسجد میں لانا، رکھنا، پڑھنا سننا جائز نہیں۔

دنیاوی تعلیم سے متعلق کتابوں اور رسالوں یا اخبار کے مطالعہ کا حکم دنیاوی گفتگو کی طرح ہے۔

(۱۴)...... مسجد میں پاگلوں اور ایسے چھوٹے بچوں کو لانا منع ہے جو پاکی ناپاکی کو نہ سمجھتے ہوں اور مسجد کے آداب کا خیال نہ رکھتے ہوں۔

(۱۵)...... اگر حفاظت کی غرض سے مسجد میں جوتے لے جانے کی ضرورت ہو تو ان کو جھاڑ کر اندر لے جانا چاہئے، تاکہ ان پر لگی ہوئی مٹی اور گندگی وغیرہ مسجد میں گر کر مسجد کی تعظیم واحترام اور اس کی صفائی و پاکی کی خلاف ورزی کا باعث نہ ہو۔

(۱۶)...... مسجد میں اگر حفاظت کی غرض سے جوتے رکھنے کی ضرورت ہو تو ان کو ایسے مقام پر رکھنا چاہئے، جس سے مسجد ملوث نہ ہو، اور نماز پڑھنے والوں کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو۔

(۱۷)...... مسجد میں کسی دوسرے کے جوتوں پر اپنے جوتے رکھنا یا پہلے سے کسی جگہ رکھے ہوئے جوتے ہٹا کر وہاں اپنے جوتے رکھنا درست نہیں، اس سے بچنا چاہئے۔

(۱۸)...... مسجد کی حدود میں مسجد کی نماز پڑھنے کے لئے مقرر کردہ حدود میں بیٹھ کر وضو کرنا یا مسجد کی مذکورہ حدود میں وضو کا استعمال شدہ پانی گرانا درست نہیں۔

(۱۹)...... اگر مسجد کے ساتھ استنجا خانہ وغیرہ بنانے کی ضرورت ہو تو اس کو ایسی جگہ اور ایسے انداز پر بنانا چاہئے کہ پیشاب پاخانہ کی بدبو سے مسجد محفوظ رہے۔

(۲۰)...... بوقت ضرورت مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے بلا ضرورت ایسا نہیں کرنا چاہئے اور ضرورت کے وقت بھی نفل اعتکاف کی نیت کر لینی چاہئے نیز مسجد کی صفائی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

(۲۱)...... اگر رمضان المبارک میں گھر میں روزہ افطار کرنے کی صورت میں جماعت چھوٹ جانے کا ڈر ہو تو مسجد کے احترام اور آداب کا خیال رکھتے ہوئے مسجد میں افطار کرنے کی گنجائش ہے۔

پھر اس میں بھی پہلے یہ کوشش کی جائے کہ مسجد کی داخلی حدود سے باہر کوئی جگہ ہو تو وہاں افطار کا انتظام کیا جائے اور مسجد کی حدود سے باہر کوئی جگہ مناسب نہ ہو تو پھر مسجد ہی میں افطار کر لیا جائے اور افطار سے پہلے

نفلی اعتکاف کی نیت کر لی جائے اور مسجد کو گندہ کرنے سے بچایا جائے، کوئی کپڑا وغیرہ نیچے بچھالیا جائے

(ماخذہ ''امدادالاحکام'' ج۲ص۱۰۳ کتاب الصوم بحوالہ ہندیہ ومرقاۃ)

(۲۲)...... مسجد میں بیٹھ کر تجارت، یا اجرت کا پیشہ اختیار کرنا منع ہے۔

خواہ وہ پیشہ تنخواہ لے کر بچوں کو تعلیم دینے کی صورت میں ہو یا اجرت لے کر کپڑے سینے اور کتابت وغیرہ کرنے کی صورت میں ہو۔

البتہ اگر کوئی شخص مسجد کی حفاظت کے لئے مسجد میں بیٹھے یا کوئی شخص اصل میں مسجد کا امام وخطیب ہو اور پھر ضمناً اور ثانوی درجہ میں اپنا کام کرنے یا بچوں کو تعلیم دینے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ مسجد کو ملوث اور گندہ کرنے سے بچے، اور عبادت کرنے والوں کو تکلیف وخلل نہ پہنچے۔

(۲۳)...... اگر جگہ کی قلت کے باعث مسجد کے علاوہ کوئی اور جگہ نہ ہو (جیسا کہ آج کل بعض شہری آبادیوں میں جگہ کی قلت ہوتی ہے) تو ایسی مجبوری میں مسجد میں دینی تعلیم دینے کی گنجائش ہے، مگر اتنے چھوٹے بچوں کو مسجد میں داخل کرنے سے پرہیز کیا جائے، جنہیں پاکی وناپاکی کی تمیز نہ ہو، اور ان کے پیشاب پاخانے وغیرہ سے مسجد کے ناپاک ہونے کا خطرہ ہو۔

نیز تعلیم کے دوران مسجد کے احترام کا بھی لحاظ کیا جائے، اور نماز وعبادت میں مشغول لوگوں کو تکلیف وخلل پہنچنے سے بھی بچنے کا انتظام کیا جائے (کذا فی احسن الفتاویٰ جلد۶ص۴۵۸)

(۲۴)...... مسجد میں تیر، تلوار واسلحہ نکالنا آداب کے خلاف ہے۔

(۲۵)...... مسجد میں چہل قدمی کرنا مکروہ ہے، البتہ بوقتِ ضرورت تھوڑی بہت چہل قدمی اس طرح کرنا کہ مسجد کی بے ادبی نہ ہو جائز ہے (امدادالفتاویٰ، فتاویٰ رحیمیہ ج۵ص۲۰۷)

(۲۶)...... مسجد کے درودیوار وغیرہ پر غیر ضروری نقش ونگار بنانا ان پر کچھ لکھنا جس سے نماز پڑھنے والے کی توجہ بٹے منع ہے۔

(۲۷)...... نماز پڑھنے والے نمازی کے سامنے سے گزرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

اسی طرح مسجد میں بلاضرورت ایسی جگہ نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہو جانے سے پرہیز کرنا چاہئے، جس سے گزرنے والوں کو بلاوجہ پابند ہونا اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑے۔

(۲۸)...... مسجد میں (مسجد سے باہر) گم شدہ چیز کا اعلان کرنا جائز نہیں۔

Idara Ghufran

البتہ جو چیز مسجد کی حدود میں گم ہوئی ہو، یا مسجد کی حدود میں کسی کی چیز ملی ہو، تو اس کا مسجد میں اعلان کرنے کی گنجائش ہے۔

(۲۹)......مسجد میں بھیک مانگنا منع ہے، اور مانگنے کا ایسا طریقہ اختیار کرنا جس سے لوگوں کی نماز وعبادت میں خلل واقع ہو، وہ سختی کے ساتھ ممنوع ہے۔

(۳۰)......مسجد میں ضرورت سے زیادہ روشنی کرنا اور چراغاں، وغیرہ ادب کے خلاف ہے۔

(۳۱)...... مسجد کی اشیاء مثلاً بجلی، پانی اور گیس وغیرہ کو بہت احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے، مسجد کی اشیاء کا بے جا اور فضول استعمال سخت گناہ ہے، مسجد کی چیزیں بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت استعمال کرنی چاہئیں۔

بعض لوگ وضو وغیرہ کے دوران مسجد کا پانی بے دریغ استعمال کرتے ہیں، اس میں فضول خرچی کے لئے مسجد کے مال کو بے جا ضائع کرنے کا بھی گناہ شامل ہے۔

(۳۲)......مسجد کی بجلی مسجد کی ضروریات اور مسجد کے مصالح کے لئے خاص ہے، اس کو مسجد کی ضرورت ومصلحت سے ہٹ کر کسی دوسری غرض میں استعمال کرنا درست نہیں۔

اگر کسی وقت مجبوری سے استعمال کی ضرورت پیش آئے تو اندازہ کر کے اس پر آنے والے اخراجات مسجد کے فنڈ میں جمع کرا دینا چاہئے۔

(۳۳)......مسجد کا اہم ادب یہ ہے کہ ہر قسم کی خرافات سے بچ کر مسجد میں نماز اور ذکرُ اللہ میں مشغول رہا جائے۔

(۳۴)......مسجد کے قریب شور وغل کرنا، آتش بازی کرنا اور گھنٹی وموسیقی وغیرہ بجانا منع ہے۔

(۳۵)......مسجد میں ایسی گھڑیاں آویزاں کرنا جن سے موسیقی کی آواز نکلتی ہو، ناجائز ہے۔

(۳۶)......مسجد کے ادب واحترام کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں داخل ہونے والا اپنے موبائل فون کی گھنٹی بند کر دے، اور اگر کسی وقت بند کرنا یاد نہ رہے، اور مسجد میں موجود ہوتے ہوئے فون کی گھنٹی بجنا شروع ہو جائے، تو اس کی گھنٹی کو فوراً بند کر دینا چاہئے۔

اور اگر نماز کے دوران گھنٹی بجے تب بھی عملِ کثیر کئے بغیر اس کو بند کر دینا چاہئے، تاکہ لوگوں کی عبادت ونماز میں خلل واقع نہ ہو۔

(۳۷)...... جو چیزیں مسجد کے لیے خاص ہوں (مثلاً مسجد میں رکھے ہوئے قرآن مجید کا نسخہ، پنکھا، لوٹا، جائے نماز، وضو کا پانی وغیرہ) ان کو مسجد میں رہتے ہوئے جائز حدود میں رہ کر استعمال کرنا تو جائز ہے، لیکن ان کو مسجد سے باہر (اپنے گھر، دوکان، یا دفتر وغیرہ میں) لے جانا درست نہیں۔

(۳۸)...... مسجد میں بآواز بلند اس طرح ذکر و تلاوت وغیرہ کرنا جس سے نماز پڑھنے اور عبادت کرنے والوں کو خلل واقع ہو، درست نہیں، ایسے موقع پر آہستہ آواز میں ذکر و تلاوت وغیرہ کرنی چاہئے۔

(۳۹)...... نماز ختم کرنے کے بعد امام کا مروجہ طریقہ پر بآوازِ بلند دعا مانگنے کا رواج درست نہیں، کیونکہ اور خرابیوں کے علاوہ اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اس کی وجہ سے جن لوگوں کی کچھ رکعات چھوٹ جاتی ہیں، ان کو اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرنے میں دشواری اور خلل واقع ہوتا ہے۔

(۴۰)...... مسجد سے باہر نکلتے وقت پہلے بایاں پاؤں باہر رکھا جائے اور یہ دعا پڑھی جائے:

”بِسۡمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡۤ اَسۡئَلُکَ مِنۡ فَضۡلِکَ“

(۴۱)...... مسجد میں ننگے سر نماز کی غرض سے آنے والوں کے لئے مروجہ ٹوپیاں رکھنا، کئی وجوہات کی بناء پر مناسب نہیں۔

کیونکہ ایک تو اس کی وجہ سے لوگوں میں یہ خیال ترقی پکڑ رہا ہے، کہ ٹوپی پہننا صرف نماز کے وقت ثواب ہے، باقی اوقات میں ثواب نہیں۔

دوسرے بہت سے لوگوں نے یہ سوچ کر اپنے ساتھ ٹوپیاں رکھنے کی عادت چھوڑ دی ہے، کہ جب مسجد میں نماز کے لئے جائیں گے تو وہاں سے ٹوپی حاصل ہو جائے گی۔

تیسرے مساجد میں رکھی جانے والی بعض ٹوپیاں لکڑی کے تنکوں سے تیار شدہ ہوتی ہیں، جن کی وجہ سے مسجد میں ان کے تنکے ٹوٹ کر جگہ جگہ گرتے ہیں، اور اس سے مسجد کی صفائی اور آداب کی خلاف ورزی لازم آتی ہے۔

چوتھے مساجد میں موجود ٹوپیاں ہر کس و ناکس کے استعمال کرتے رہنے کی وجہ سے میلی کچیلی اور بدبو شدہ ہو جاتی ہیں، اور ایسی میلی کچیلی اور بدبو شدہ چیز کو مسجد میں رکھنا بھی مسجد کے آداب کے خلاف ہے (کیونکہ کوئی معزز انسان ایسی میلی کچیلی اور بدبو شدہ چیزوں کو اپنے گھر کے مہمان خانے میں بھی رکھنا گوارا نہیں کرتا، اور مسجد کا مقام تو گھر کے مہمان خانے سے کہیں زیادہ ہے)

اور پھر ایسی میلی کچیلی وبدبوشدہ چیز پہن کرنماز پڑھنا نماز کے آداب کے بھی خلاف ہے،اوراگر میلی کچیلی وبدبوشدہ نہ ہوتب بھی مساجد میں رکھی جانے والی مروجہ تنکوں یا پلاسٹک وغیرہ سے تیارشدہ ٹوپیوں کا نماز کے دوران پہننا مناسب نہیں(کیونکہ ٹوپی لباس کا حصہ ہے،اوراس طرح کا لباس پہن کرکوئی مہذب انسان کسی مجلس ومحفل میں جانا گوارانہیں کرتا ،تو نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کے حضور بھی ایسی چیز پہننا گوارانہیں ہونا چاہئے)

(۴۲)......نکاح کرنا اہم عبادت ہے،اوراسی وجہ سے اس کو مسجد میں کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مستحب بھی ہے۔ [۱]

حضورﷺ سے مروی ہے:

أعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد (ترمذی، حديث نمبر ۱۰۰۹ واللفظ لهٔ؛ سننِ كبریٰ بيهقى، جزء۷ صفحه ۲۹۰)

ترجمہ: اس نکاح کا اعلان کرو،اوراس کومساجد میں کرو(ترجمہ ختم)

لیکن اسی کے ساتھ مسجد کا ادب واحترام ملحوظ رکھنا ضروری ہے،چنانچہ شوروشغب کرنا،یا تصویر سازی کرنا،یا مسجد کوملوث وخراب کرنا درست نہیں۔

---

[۱] ذهب جمهورالعلماء الىٰ استحباب مباشرة عقدالنكاح فى المسجد، وفى يوم الجمعة للتبرك بهما(الموسوعة الفقهية الكويتية ،باب تبرك)

قال الكمال: ويستحب مباشرة عقدالنكاح فى المسجد، لانه عبادة ، وكذافى يوم الجمعة(تبيين الحقائق شرح كنزالدقائق ،شروط النكاح واركانه)

ويستحب مباشرة عقدالنكاح فى المسجد، لانه عبادة ، وكونه فى يوم الجمعة(فتح القدير ، كتاب النكاح)

بسلسلہ : اصلاح وتزکیہ اصلاحی مجلس: حضرت نواب محمد عشرت علی خان قیصر صاحب

حکیم الامت کی چند نصائح (قسط۳)

مؤرخہ ۲۱/ ذیقعدۃ ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۰/ نومبر ۲۰۰۸ء بروز جمعرات صبح دس بجے حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب دامت برکاتہم ادارہ غفران، راولپنڈی میں تشریف لائے اور مسجدِ غفران کے منبر پر تشریف فرما ہو کر اپنے ملفوظات وارشادات سے حاضرین کو مستفید فرمایا، جس کو مولانا محمد ناصر صاحب نے کیسٹ سے نقل کیا، اب حضرت مدیر صاحب دامت برکاتہم کی نظرِ ثانی کے بعد انہیں شائع کیا جارہا ہے (ادارہ......)

حضرت تھانوی کی مجلس اور اندازِ کلام

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں موجود ہوتے تھے، اور اُن مجالس کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کی مجلس میں ہیبتِ الٰہی ہوتی تھی، جس کی وجہ سے کسی کو کوئی سوال یا اشکال کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی، اور حضرت کی طرف سے ہر ایک کو اس کی اجازت بھی نہیں تھی، شاہ صاحب کا مشہور فقرہ ہے کہ ساری مجلس ساکت ہوتی تھی، جس میں مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ بانی جامعہ اشرفیہ بیٹھے ہیں، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بھی ہیں، مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ بھی ہیں، بڑے بڑے حضرات جو خود جبالِ علم یعنی علم کے پہاڑ ہوتے تھے، ان علم کے پہاڑ حضرات میں سے کسی کو حضرت کی مجلس میں سوال کرنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی؟

البتہ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس سے مستثنیٰ تھے۔

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ بھی عجیب صفات کے حامل تھے، کبھی آپ سے کوئی سوال کرتا، تو اس حد تک نزول کرتے ہوئے مخاطب سے فرماتے تھے کہ اگر آپ کے سوال کا جواب مجھے معلوم ہوا تو میں بتا دوں گا نہیں تو اپنے بڑوں سے پوچھ کر بتا دوں گا، اور پھر مخاطب کی تسلی کر دیا کرتے تھے؛ حضرت والا عام مروّجہ مناظرے کے بہت خلاف تھے، اور حضرت کی طرف سے یہ تعلیم تھی کہ کسی مسئلے پر مناظرے والی شکل نہیں ہونی چاہیے۔

اور حضرت والا کا ایک انداز یہ تھا کہ اشکال یا سوال کا جواب دینے کے بعد ایک نصیحت بھی کیا کرتے تھے۔

اسی طرح حضرت کی گفتگو کا بھی ایک خاص انداز تھا، کہ حضرت کا کلام ذو معنیٰ ہوتا تھا۔

حضرت والا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مجلس میں بیان کردہ مشہور ملفوظ یاد آیا۔

اللہ کی محبت پیدا کرنے کا طریقہ

ایک عالم صاحب نے حضرت حکیم الامت سے اجازت لے کر کہا کہ حضرت میرا ایک اشکال ہے اگر اجازت ہو تو بیان کروں؟

پھر انہوں نے بتایا کہ حضرت میں نے فلاں فلاں کتابوں کا مطالعہ کیا ہے، اور بہت تحقیقات کرتا رہا ہوں، لیکن اس مسئلے پر میری بہت تدقیقات اور تحقیقات کے بعد بھی تسلی نہیں ہوئی ہے۔

اُن صاحب کا وہ سوال قضا وقدر اور تقدیر سے متعلق تھا۔

جیسا کہ ابھی ذکر کیا کہ حضرت کی گفتگو کا ایک انداز تھا، کہ حضرت کا کلام ذو معنیٰ ہوتا تھا۔

چنانچہ حضرت حکیم الامت نے اُن عالم صاحب سے فرمایا کہ بھائی آپ نے جتنا بھی پڑھا، اور مطالعہ کیا ہے، تو اس مطالعے سے آپ کا مسئلہ حل نہیں ہوگا، کیونکہ دلائل سے آپ ساکت تو ہو جائیں گے، اور مسئلے سے اسکات یعنی خاموشی تو ہو جائے گی، مگر اس مسئلے کا اسقاط نہیں ہوگا، بلکہ نفس کوئی نہ کوئی اشکال یا اعتراض پیدا کرتا ہی رہے گا۔

اس لیے سارے اشکالات، تدقیقات اور جو اعتراضات اُٹھتے ہیں، ان سب کا ایک ہی حل ہے، اور وہ یہ ہے کہ اپنے دل میں اللہ کی محبت پیدا کرو، اللہ کی محبت کام آئے گی۔

خواجہ صاحب بھی وہاں موجود تھے، اور ہمت کر کے حضرت حکیم الامت سے پوچھ لیتے تھے، تو جب محبت کا سوال آیا کہ اللہ کی محبت پیدا کرو، تو خواجہ صاحب نے پوچھا کہ حضرت اللہ کی محبت کیسے پیدا ہو؟

حضرت نے جواب میں یہ فرمایا کہ اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو، اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ جنہوں نے اپنے دلوں میں پہلے سے محبت پیدا کر لی ہے، ان کی جوتیوں میں پڑ جاؤ، اور پھر مولانا روم کا یہ شعر پڑھا:

قال را بگذار مردِ حال شو   پیشِ مردِ کاملے پامال شو

(یعنی قیل وقال کو چھوڑ دو، صاحبِ حال شخص بنو، اور کسی کامل اللہ والے کے سامنے پامال ہو جاؤ)

اصلاح کے معاملے میں جوتیوں میں پڑنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اصلاح کے لیے اپنے آپ کو بالکل اپنے شیخ کے سپرد کر دیا جائے، پھر جو بھی شیخ کہے، اس پر بلا چون وچراں عمل کرے۔

اور جہاں تعلیم اور تدریس کا سلسلہ ہوتا تھا، تو اس کے بارے میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مدرسے میں تعلیم تو حاصل ہوگئی، مگر تربیت کے لیے کسی اللہ والے سے تعلق جوڑو۔ (جاری ہے......)

بسلسلہ : اصلاحُ العلماء والمدارس

مفتی محمد رضوان

فتویٰ دہندہ کے لیے چند اہم ہدایات

حضرت مولانا ظفیر الدین صاحب (مرتب فتاویٰ دار العلوم دیو بند مدلل ومکمل) نے فتاویٰ دار العلوم دیو بند کی پہلی جلد کے شروع میں ایک تفصیلی مقدمہ تحریر فرمایا ہے، جس میں انہوں نے مفتی اور فتوے کے بارے میں انتہائی قیمتی ہدایات واصول ذکر فرمائے ہیں، ان کا مطالعہ اس دور کے فتوے دینے والے حضرات کے لئے انتہائی اہم ہے۔

یوں تو حضرت کا مضمون بہت مفصل ہے، لیکن اس وقت فتوے کے میدان میں بعض حضرات کی طرف سے طمع وخواہشاتِ نفس کی پیروی اور حیلوں کے بارے میں افراط وتفریط اور عوام کے لئے رخصت وعزیمت کے پہلو کے انتخاب میں غلو کی صورتیں سامنے آ رہی ہیں، ان کو ملاحظہ کرنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ مفتی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

خواہشات سے اجتناب

ہر حال میں خواہشاتِ نفس، لالچ اور اس طرح کے دوسرے رذائل سے فتویٰ دینے کے وقت مفتی کا بچنا ضروری ہے، اس لئے کہ ان جذبات کی پیروی حرام ہے:

ویحرم اتباع الهوی والتشهي والميل الى المال الذی هو الداهية الكبرىٰ والمصيبة العظمىٰ ، فان ذالک امر عظيم لايتجاسر عليه الا كل جاهل شقي (بستان الفقيه ابی الليث ، باب من يصلح له الفتویٰ ص ۵)

ترجمہ: خواہشاتِ نفس کی پیروی، میلانِ نفس اور مال ودنیا طلبی کا رجحان حرام ہے، جو سب سے بڑی مصیبت اور سب سے بڑی ہلاکت ہے، یہ ایسا خطرناک قدم ہے جس کی جسارت جاہل بد بخت کے سوا کوئی دوسرا نہیں کر سکتا ہے۔

ناجائز حیلے

جو حیلے حرام اور مکروہ ہوں مفتی کے لئے ان کا اختیار کرنا درست نہیں، اسی طرح ان رخصتوں کی تلاش میں پڑنا بھی جن سے غلط طور پر کچھ لوگ استفادہ کے خواہاں ہوں۔

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لایجوز للمفتی تتبع الحیل المحرمة والمکروهة ولاتتبع الرخص لمن اراد نفعه فان تتبع ذالک فسق وحرام استفتاء ه (اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۸)

ترجمہ: حرام اور ناجائز حیلوں کی تلاش وجستجو مفتی کے لئے درست نہیں ہے، اسی طرح ایسے شخص کے لئے رخصتوں کی جستجو میں پڑنا بھی جائز نہیں ہے، جو ناجائز نفع اٹھانے کا ارادہ رکھتا ہو، کیونکہ یہ فسق ہے اور اس طرح کا استفتاء حرام ہے۔

طحطاوی میں ہے:

ویحرم التساهل فی الفتویٰ واتباع الحیل ان فسدت الاغراض (طحطاوی علی الدرالمختار ج۳ص۱۷۵)

ترجمہ: فتویٰ میں تساہل اور حیلوں کی پیروی، جب اغراضِ فاسدہ کے پیشِ نظر ہو، حرام ہے

جائز حیلے

البتہ وہ شرعی حیلے جن پر عمل فقہائے امت نے جائز قرار دیا ہے، اور اس میں کوئی شرعی مفسدہ نہیں ہے، ان کے ساتھ فتویٰ دینا درست ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

فان حسن قصده فی حیلة جائزة لاشبهة فیها ولامفسدة لتخلیص المستفتی بها من حرج جاز ذالک وبل استحب، وقد ارشدالله تعالیٰ نبیه ایوب علیه السلام الی التخلص من الحنث بان یاخذ بیده ضعثا فیضرب به المرأة ضربة واحدة وارشد النبی ﷺ بلالا الی بیع التمر بدارهم ثم یشتری بالدراهم تمرا آخر(اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۵۸)

ترجمہ: اگر کوئی جائز حیلہ اچھے ارادہ سے اختیار کرے، جس میں نہ کوئی شبہ ہو، نہ مفسدہ، بلکہ منشاء مستفتی کو تنگی سے نکالنا ہو تو یہ جائز ہے، بلکہ مستحب، خود اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت ایوب علیہ السلام کی حنث (قسم توڑنے کے گناہ) سے بچاؤ کے لئے رہنمائی فرمائی تھی، اور بتایا تھا کہ وہ اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لے لیں، اور اس سے اپنی اہلیہ کو ایک مرتبہ ماریں، اور نبی کریم ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بتایا کہ وہ کھجور دراہم کے بدلے بیچ دیں، اور پھر ان دراہم سے دوسری کھجور خرید لیں۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل، مقدمہ ج اص ۸۳ تا ۸۴، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

پھر دوسطروں کے بعد حضرت مفتی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں:

سہل پہلواور رخصت پرفتویٰ

جو چیزیں بغیر کراہت جائز ہیں، اور شریعت میں ان کے لئے رخصت ہے، مفتی کو چاہئے، عوام کے لئے ایسے سہل پہلو کو اختیار کرے، اور اس پرفتویٰ دے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وفی عمدة الاحکام من کشف البزدوی یستحب للمفتی الاخذ بالرخص تیسرا علی العوام مثل التوضی بماء الحمام والصلاة فی الاماکن الطاهرة بدون المصلی الخ (عقد الجید ص ۷۳)

ترجمہ: کشف البزدوی کے حوالہ سے عمدۃ الاحکام میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مفتی کے لئے مستحب ہے کہ عوام کی آسانی کی غرض سے رخصتوں پرفتویٰ دے، جیسے حمام کے پانی سے وضو کرنا، اور پاک جگہوں میں بغیر جائے نماز کے نماز پڑھنا وغیرہ۔

لیکن جولوگ محتاط اور خواص ہیں، ان کے لئے عزیمت پر ہی عمل بہتر ہے۔

ولا یلیق ذالک باهل العزلة بل الاخذ بالاحتیاط والعمل بالعزیمة اولیٰ بهما (ایضا)

ترجمہ: یہ رخصت گوشہ نشینوں کے لئے مناسب نہیں، بلکہ ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ یہ احتیاط کو اختیار کریں، اور عزیمت پر عمل کریں۔

مفتی کو یہ بھی چاہئے کہ لوگوں کو ایسی بات کا فتویٰ دے، جو ان کے حق میں زیادہ آسان ہو، بالخصوص کمزوروں کے لئے، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

ینبغی للمفتی ان یاخذ بالایسر فی حق غیره خصوصاً فی حق الضعفاء لقوله علیه السلام لابی موسیٰ الاشعری ومعاذ حین بعثهما الی الیمن یسرا ولا تعسرا (عقد الجید ص ۷۴)

ترجمہ: مناسب یہ ہے کہ مفتی ایسا قول اختیار کرے، جو دوسروں کے حق میں خصوصاً کمزوروں کے حق میں آسان تر ہو، اس وجہ سے کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن روانہ کیا، تو ارشاد فرمایا ''تم دونوں آسانی کرنا اور تنگی نہ کرنا''

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند مدلل ومکمل، مقدمہ ج ا ص ۸۲ تا ۸۴، مطبوعہ: دارالاشاعت، کراچی)

گزشتہ تفصیل سے فتویٰ دینے والے کے لئے خواہشاتِ نفس، لالچ اور دوسرے رذائل سے بچنے اور عوام کے لئے شرعی حدود میں سہولت اور یسر کی اہمیت اور جائز وناجائز حیلوں میں فرق معلوم ہوگیا۔

جن کو ملحوظ رکھنے سے آج کل پائی جانے والی افراط اور تفریط کی کئی صورتوں سے حفاظت ہوسکتی ہے۔

علم کے مینار

مولانا محمد امجد حسین

مسلمانوں کے علمی کارناموں وکاوشوں پر مشتمل سلسلہ

سرگذشت عہدِ گُل (قسط ۱۷)

(سوانح حضرتِ اقدس مفتی محمد رضوان صاحب دامت برکاتہم)

مضمون کا درجِ ذیل حصہ مفتی صاحب موصوف کا خودنوشتہ ہے

تعلیم سے فراغت کے بعد

تعلیم سے فراغت پا کر جب ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۲ء میں والدہ صاحبہ اور بھائیوں کے پاس حاضر ہوا، تو والدہ محترمہ اور بھائی صاحبان محلّہ سلطان پورہ کے اسی مکان میں بحیثیت کرایہ دار مقیم تھے، جس میں بعد میں ادارہ غفران قائم ہوا۔

ملتان سے راولپنڈی ہجرت کے بعد والدین اور بھائی صاحبان پہلے محلّہ موہن پورہ میں قیام پذیر رہے، بعد میں جب والد صاحب کی نگرانی میں میرے بھائیوں کو چاہ سلطان پر سپیئر پارٹس کی دوکان ''پاکستان آٹوز'' کے نام سے قائم کرائی گئی، تو اس کے قریب محلّہ سلطان پورہ میں ہی رہائش کا یہ کرایہ کا مکان لیکر بندوبست کیا گیا۔

فرصت وفراغت کے ان دنوں میں شہر میں بعض کتب خانوں پر جا کر کتابیں دیکھنے اور، انتخاب کر کے خریدنے کا شوق تھا، ایک لوہے کی الماری خرید کر گھر میں رکھ لی تھی اس میں کتب جمع کرتا رہتا تھا اور بیشتر وقت گھر میں رہ کر مطالعہ میں مشغول رہتا تھا، بہت سے دیندار اور سنجیدہ نوجوانوں سے انسیت پیدا ہوگئی تھی، اور اس طرح بغیر کسی ضابطہ اور وقت کی پابندی کے گھر میں دینی وعلمی مجلس بھی قائم ہونے لگی تھی اور اسی کے ساتھ محلّہ کی مشہور مسجد، ''مسجد الفاروق'' میں بعد عشاء چند دیندار حضرات کے تقاضے پر درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور دیکھا دیکھی مزید چند دنوں میں گردونواح کی دوسری بعض مساجد ومقامات پر وعظ اور درس کے لئے بھی بلایا جانے لگا تھا اور مختلف مساجد میں درس ہونے لگے۔

اسی دوران مذکورہ رہائش گاہ پر خواتین کے لئے باپردہ طریقہ پر ہفتہ وار اصلاحی بیان بھی شروع کر دیا۔ جس

Idara Ghufran

کے لئے ایک قریبی عزیز نے ایک عدد ایمپلی فائر اور دو عدد اسپیکر اور ایک کالر مائیک بھی خرید کر دیدیا تھا (یہ مشین ابھی بھی ادارہ میں موجود اور زیرِ استعمال ہے)

قاری یوسف صاحب رحمہ اللہ سے تعلق

محلّہ سلطانپورہ کے ساتھ ہی محلّہ امر پورہ ہے، جس میں مشہور مسجد ''کوثر مسجد'' ہے جس کے ساتھ پرانا دینی مدرسہ بھی ہے، اس مسجد کے سابق امام وخطیب حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب مرحوم ومغفور (وفات ۱۴۱۹ھ) بڑی صاحبِ دل اور بزرگوں کی فیض یافتہ ہستی تھی خصوصاً حضرت اقدس نواب صاحب دامت برکاتہم سے ارادت کا تعلق رکھتے تھے اور آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔

میرا کوثر مسجد میں بعض نمازوں میں آنے جانے کی وجہ سے حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب مرحوم سے بھی تعارف وتعلق پیدا ہو گیا۔

قاری محمد یوسف صاحب مرحوم حضرت حکیم الامت کے سلسلہ سے متعلق ومتوسل اور جامعہ اشرفیہ لاہور کے فضلاء میں سے تھے۔

حضرت مولانا قاری محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی اقتداء میں کوثر مسجد میں جب پہلی مرتبہ نماز پڑھی تو بندہ کو غیراختیاری طور پر اُن سے نسبت محسوس ہوئی، لیکن تعارف نہ ہونے کی وجہ سے سلام وغیرہ پر ہی اکتفاء کیا، نماز پڑھ کر گھر پر آنے کے بعد میں نے اپنی والدہ محترمہ سے قاری یوسف صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں عرض کیا کہ فلاں مسجد کے امام صاحب سے کچھ انسیت محسوس ہوتی ہے، کیا ان کا والد صاحب رحمہ اللہ سے کبھی کوئی تعلق رہا ہے، والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تمہارے والد صاحب رحمہ اللہ کو بھی ان سے پہلی ملاقات کے بعد یہی محسوس ہوا تھا، اور ان کا تعلق بھی پیدا ہو گیا تھا، اور تمہارے والد صاحب رحمہ اللہ نے تمہارے بارے میں ان سے تذکرہ کیا ہوا ہے۔

اس لئے ان سے تمہیں اپنا تعارف کرانا چاہئے اور ان سے تعلق رکھنا چاہئے، میں نے اس کے بعد کسی نماز میں قاری یوسف صاحب مرحوم سے اپنا تعارف کرایا، اور تعارف ہوتے ہی ان سے غیر رسمی تعلق ہو گیا، اور وہ اپنی قیامگاہ کی مردانہ نشست گاہ میں مجھے لے گئے اور وہاں کچھ ضیافت کا اہتمام کیا۔

اس کے بعد تو ان سے تعلق میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اور باہمی بے تکلفی بھی غیر معمولی ہو گئی۔ اسی دوران انہوں نے متعدد مرتبہ اپنی مسجد میں میرا بیان کرایا اور اس کے بعد ہفتہ میں ایک دن بیان کے لئے

باقاعدہ مقرر کرلیا۔

بندہ جب بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوتا وہ کم از کم چائے پانی سے ضیافت ضرور کیا کرتے تھے۔اسی تعلق کے ابتدائی دور میں ان کے ساتھ مختلف اسفار بھی ہونے لگے، ہفتہ میں ایک مرتبہ تو حضرت نواب عشرت علی خان قیصر صاحب مدظلہم کی مجلس میں حاضری عموماً ایک ساتھ ہوا کرتی تھی، اور لاہور میں مجلس صیانۃ المسلمین کے سالانہ اجتماع میں بھی ان کے ساتھ متعدد مرتبہ حاضری ہوئی۔

اس کے علاوہ جب کبھی بندہ کی طبیعت پریشان ہوتی اور کسی قسم کی بے چینی محسوس ہوتی تھی تو حضرت قاری صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہو جاتا، حضرت قاری صاحب بڑے خوش مزاج، اور مزاح پسند انسان تھے اور ساتھ ہی بڑے متواضع بھی، اس لئے ان کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ کر طبیعت میں اعتدال پیدا ہو جاتا تھا،

بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ زندگی میں جو کسی کو مخلص دوست اور غمگسار مشکل سے میسر آیا کرتے ہیں، حضرت قاری صاحب موصوف کا بندہ کے لئے ان لوگوں میں شمار کیا جانا زیادہ موزوں ہے۔

حالانکہ قاری صاحب موصوف مجھ سے عمر میں کافی بڑے تھے اور بحیثیت ہم عصری کے عمروں میں کافی تفاوت تھا، لیکن اپنے مخصوص اخلاق اور تواضع کے باعث مجھے انہوں نے اس تفاوت کا کسی بھی مرحلہ پر احساس نہیں ہونے دیا۔

انہیں کے توسط سے میری جامعہ اسلامیہ صدر راولپنڈی میں تقرری بھی عمل میں آئی تھی، جس کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔

حضرت قاری صاحب مرحوم سے بندہ کا تعلق ان کی آخری عمر تک برقرار رہا، ان کا اپنا مزاج تو اگرچہ علمی تھا، لیکن مدرسوں میں باقاعدہ درس وتدریس سے ان کو مناسبت نہ تھی، البتہ اپنی مسجد میں ہی جماعت بندی اور درسِ نظامی کی پابندی کے بغیر ایک ایک دو، دو افراد کو وہ صرف ونحو اور فقہ کی ابتدائی کتابیں بڑے عمدہ انداز میں پڑھا دیا کرتے تھے، اور اس طرح سے وہ کئی نوجوانوں کو پڑھا چکے تھے،

ضیافت اور سخاوت میں ان کا امتیازی مقام تھا، جب بھی کوئی آپ کے پاس آتا تھا تو اس کی میزبانی کا بہت اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں اور ان کے درجات بلند فرمائیں آمین۔ (جاری ہے......)

تذکرۂ اولیاء

مفتی محمد امجد حسین

اولیاءکرام اور سلف صالحین کے نصیحت آموز واقعات وحالات اور ہدایات وتعلیمات کا سلسلہ

کچھ دیر آخرت کے فکرمندوں کے ساتھ

قیامت کی ہولنا کی کے مناظر قران مجید میں جا بجا مختلف پیرایوں میں بیان ہوئے ہیں۔سورۃ مزمل میں ایک موقع پر قیامت کا حال یوں بیان فرمایا گیا ہے

فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۥ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ. كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا (سورہ مزمل آیت۱۷، ۱۸)

ترجمہ: سو اگر تم (رسول کے ذریعے ہدایت آ چکنے کے بعد بھی نافرمانی اور) کفر کرو گے تو اس دن (یعنی قیامت کی ہولنا کی) سے کیسے بچ سکو گے جو (اپنی شدت اور طوالت کی وجہ سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا،جس میں آسمان پھٹ جائے گا بے شک اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا (ترجمہ ختم)

قرآن وحدیث کی ان خبروں کا ایک مسلمان پر کیا اثر ہونا چاہئے ، وہ اللہ کے نیک بندوں کے ذیل کے احوال سے واضح ہے۔اللہ کے نیک بندوں اور بزرگانِ دین کے حالات و واقعات پڑھنے اور سننے سے عبرت حاصل ہوتی ہے اور غفلت وخدا فراموشی اور قبر وآخرت سے بے فکری والی حالت پر زد پڑتی ہے اور احساسِ زیاں پیدا ہوتا ہے بشرطیکہ دل بالکل مردہ نہ ہو چکا ہو،اللہ کرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم،اولیاء کرام اور اللہ کے نیک بندوں کے عبرت ونصیحت سے لبریز حالات پڑھ سن کر ہمارے دل کی دنیا بھی بدلے،ہم بلا تاخیر اپنی اصلاح پر کمربستہ ہو جائیں،اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دنیا میں انہماک واستغراق سے اپنے آپ کو نکالیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) نے فرمایا کہ اے صفیہ محمد رسول اللہ کی بیوی!،اے فاطمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی!تم خود اپنے کو آگ سے چھڑاؤ کیونکہ اللہ کے مقابلے میں میں تمہارے کسی کام نہیں آسکتا (یہ الگ بات ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ ازخود میری نسبت سے تمہارے گناہ معاف کر دیں مگر یہ کوئی لازمی امر نہیں اس لئے اعمالِ صالحہ اور اپنی اصلاح کی فکر

چھوڑ کر صرف اس پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے اور خود گناہوں سے بچنے بلکہ نیک اعمال کرنے کا اہتمام کرنا چاہئے)

ایک دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات پڑھیں۔

اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا وَّطَعَامًا ذَاغُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِیْمًا (سورہ مزمل آیت ۱۲، ۱۳)

ترجمہ: بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔

اس وقت آپ کے قریب حمران بن اعین تھے یہ سن کران کی روح پرواز کر گئی اور فوت ہو کر گر پڑے۔
تفسیر معارف القرآن میں اس آیت کے تحت مسند احمد وابوداؤد وغیرہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے یہی (مذکورہ بالا) آیت سنی تو خوف سے بے ہوش ہو گیا اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ ایک دن روزہ سے تھے افطار کے وقت کھانا سامنے آیا تو اس آیت کا دھیان آ گیا کھانا نہ کھا سکے اٹھوا دیا، اگلے روز شام کو پھر ایسا ہی ہوا کھانا اٹھوا دیا، تیسرے روز پھر ایسا ہی ہوا تو ان کے صاحبزادے، حضرت ثابت بنانی رحمہ اللہ اور کچھ اور بزرگوں کے پاس گئے اور اپنے والد کا یہ ماجرا سنایا یہ بزرگ تشریف لائے اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو کھانے کا اصرار کرتے رہے تب آپ نے کچھ کھایا۔ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سورۃ اذا الشّمس کورت پڑھ رہے تھے جب

وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (سورہ تکویر آیت ۱۰) (یعنی جس دن اعمال نامے نشر کئے جائیں گے)

پر پہنچے تو بے ہوش ہو کر گر پڑے اور دیر تک زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسن بن صالح سے زیادہ خشوع وخضوع والا کوئی نہیں دیکھا۔ ایک رات وہ نماز پڑھنے (تہجد کی نماز) کھڑے ہوئے اور سورۃ ''عم یتساء لون'' شروع کی (اس سورۃ میں بھی قیامت کی ہولناکی اور جہنمیوں کے حالات کا ذکر ہے) اور کچھ سورۃ پڑی کہ بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو وضو کیا اور نماز شروع کی پھر یہی سورۃ پڑھنے لگے تو دوبارہ بے ہوش ہو گئے غرض صبح تک یوں ہی کرتے رہے مگر سورۃ تمام نہ کر سکے۔

ایک روز شیخ داؤد طائی رحمہ اللہ کا گزر ایک عورت پر ہوا جو اپنے کسی عزیز کی قبر پر رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ کاش مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے کون سے رخسارے میں کیڑے پڑ گئے یہ سُن کر داؤد طائی بیہوش ہو گئے

اور گر پڑے۔

حضرت ربیع بن ہیثم رحمہ اللہ نے ایک پڑھنے والے کو (ایک روایت کی رو سے یہ پڑھنے والے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تھے) یہ پڑھتے سنا:

اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا (سورہ فرقان آیت نمبر ۱۲)

ترجمہ: جب وہ جہنمی دیکھیں اس جہنم کو دور سے ہی تو سنیں گے اس کی جھنجھلاہٹ اور چنگھاڑ کو (غیظ وغضب سے جہنم آگ بگولہ ہورہی ہوگی)

تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے ایک دفعہ صبح کی نماز میں سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کی جب اس آیت پر پہنچے

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ (سورہ یٰسین آیت ۵۳)

ترجمہ: پس وہ (قیامت) ایک چنگھاڑ ہوگی پھر اسی دم وہ سب ہمارے پاس پکڑے (گرفتار شدہ) چلے آئیں گے۔

تو ان کے بیٹے علی رحمہ اللہ یہ آیت سن کر بے ہوش ہو کر گر پڑے اور طلوع آفتاب تک ہوش نہ آیا اور یہ علی رحمہ اللہ آخرت کی فکر میں ایسے ڈوبے ہوئے تھے کہ جب کوئی سورۃ پڑھنا چاہتے تو پورا نہ کر سکتے اور سورۃ الزلزال اور سورۃ القارعۃ (جن میں قیامت کا عبرت آموز نقشہ کھینچا گیا ہے) تو سن ہی نہ سکتے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ پہلے وقت میں جب کوئی رات کو قرآن پڑھتا تو صبح کے وقت لوگ اس کا اثر (یعنی شدت تغیر اور رنگ میں زردی چھا جانا، دُبلا پن اور مُرجھا جانا) اس کے چہرہ میں محسوس کرتے تھے اور اب یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب کوئی رات کو پورا قرآن بھی پڑھتا ہے تو صبح کے وقت اس کے چہرہ پر اس کا کوئی اثر بھی نہیں دکھلائی دیتا اور اس کا قرآن پڑھنا ایسا معمولی معلوم ہوتا ہے جیسے چادر اوڑھ لینا (یہ تو پھر بھی غنیمت تھا، ہمارے زمانے میں رات کو تہجد میں قرآن پڑھنا تو کجا، فرض نماز ہی کی توفیق ہو جائے تو بڑی بات ہے، ناقل)

میمون بن مہران فرماتے ہیں کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کسی پڑھنے والے کو یہ پڑھتے سنا:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (سورہ حجر آیت نمبر ۴۳)

کہ بے شک جہنم پر ان سب کا وعدہ ہے (اسی گھاٹ یہ سب اتارے جائیں گے) تو چیخ اُٹھے اور ہاتھ سر پر

رکھ لیا اور سرگشتہ و حیران نکل کھڑے ہوئے، اور چلتے رہے۔

چنانچہ تین دن تک ان کو یہ نہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ کس رُخ پر، کس طرف جا رہے ہیں؟

مرض و بیماری میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع و انابت

اللہ والوں کی عادت و حالت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب کبھی وہ کسی مرض میں مبتلا ہو جائیں تو ان کے دل ان کے جسموں سے لاتعلق ہو جاتے ہیں اور وہ جسم کی درستگی وصحت کی تدبیر اختیار کرنے کی بجائے آخرت کی درستی میں لگ جاتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ ان کو یہ خیال ہوتا ہے کہ شائد اس مرض میں موت آجائے اور ہم اسے معمولی مرض سمجھ کر بےفکر رہیں (اس طرح غفلت میں مارے جائیں) کہ نہ ہمیں توبہ کی توفیق ہو اور نہ قابلِ ادائیگی واجب حقوق کی ادائیگی کر پائیں (حقوق العباد وغیرہ) اور نافرمانی کی حالت میں آخرت کو روانہ ہو جائیں۔

ایک مرتبہ حضرت حسان بن سنان رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو احباب عیادت کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور مزاج پُرسی کی تو آپ نے فرمایا کہ دوزخ سے بچ جاؤں تو مزاج اچھا ہے (ورنہ مزاج وزاج کچھ بھی نہیں)، پھر انہوں نے پوچھا کہ آپ کا جی کس بات کو چاہتا ہے؟ فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ موت سے پہلے مجھے لمبی رات نصیب ہو جائے جس کو میں نماز و استغفار میں گزار دوں۔

حضرت ربیع بن ہیثم رحمہ اللہ کی مرضِ موت میں ان سے کہا گیا کہ آپ کے لئے کوئی معالج، طبیب بلالیں؟ یہ سُن کر تھوڑی دیر خاموش رہے اس کے بعد فرمایا، کہاں ہے قومِ ثمود؟ کہاں ہے قوم عاد؟ کہاں ہیں اصحاب الرس؟ اور کہاں ہیں ان کے درمیان کے بہت سے قرن (بہت سی قومیں) حق تعالیٰ نے ان سب کے لئے مثالیں بیان کی تھیں (عبرت و نصیحت پکڑنے کے لئے) ان کو بہت سے طریقوں سے سمجھایا تھا (اور اے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لوگو! ہمیں سمجھانے میں کون سی کسر اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑی ہے؟ ناقل) مگر نہ مانے۔

آخر انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سب کو ہلاک کر دیا باوجودیکہ ان میں علاج کرنے والے بھی تھے، طبیب بھی تھے، مگر کوئی ہلاکت سے نہ بچ سکا، یہ کہہ کر فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز اپنے لئے طبیب نہ بلاؤں گا

جب خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو لوگ ان کے علاج کے لئے طبیب کو لائے، طبیب نے تشخیص و معائنہ کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے خوف نے ان کا کلیجہ کاٹ ڈالا ہے میں ان کا علاج نہیں کر سکتا۔

جب ابوبکر بن عباس رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو ایک عیسائی طبیب ان کو دیکھنے آیا اور آ کر نبض دیکھنی چاہی تو آپ نے اس کو ہاتھ نہ لگانے دیا جب وہ چلا گیا تو آپ نے یوں اپنے پیارے رب سے مناجات کی کہ اللہ جب آپ نے مجھے اس طبیب کے کفر والے مرض سے محفوظ رکھا ہے (ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے) تو یہ میرے لئے کافی ہے اور اب مجھے کسی بیماری کی پرواہ نہیں آپ جو معاملہ میرے ساتھ چاہیں کریں (خواہ مجھے شفا دیں خواہ مرض بڑھائیں، خواہ موت دیں)

حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہم نے ایک بار ایک بیمار کی عیادت کی اور اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا (میرا حال یہ ہے کہ) میں دنیا میں اپنی مرضی کے بغیر بھیجا گیا ہوں اور دنیا میں ظالم بن کر زندہ رہا (اللہ کی نافرمانی اپنی جان پر ظلم ہے) اب پچھتاوے کی حالت میں دنیا سے جا رہا ہوں (جس کی یہ کچھ سوانح عمری ہو اس کا لوگو! کیا حال پوچھو ہو؟)

ایک نکتہ

بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ روتا ہے لیکن اس کے رشتہ دار گھر کے لوگ خوش ہوتے ہیں گویا کہ بچہ جس عالم سے دنیا میں آیا ہے یہاں آنے پر خوش نہیں پھر اگر وہ صالح اور ایمان والی زندگی گزار کر دنیا سے جاتا ہے تو وہ موت کے وقت خوش ہوتا ہے (کہ اس آبادی نما ویرانے سے دارالبقا والسرور کی طرف جا رہا ہوں) جبکہ اس کے لواحقین غمزدہ و پریشان ہوتے ہیں اور روتے ہیں، تو یہ آنے کے وقت خلافِ مرضی دنیا میں بھیجے جانے پر رویا تھا اب من پسند جگہ جانے پر خوش ہو رہا ہے جس سے آنے کے وقت کے رونے کا بدلہ ہو گیا اور جو اس کے آنے پر خوش ہوئے تھے اب اس کے جانے پر رو رہے ہیں، لیکن دنیا سے جانے کے وقت یہ خوشی اسی صورت میں نصیب ہو گی کہ جس طرح خلافِ مرضی آیا تھا زندگی بھی اسی طرح خلافِ مرضی گزارے یعنی زندگی گزارنے میں اپنی مرضی اور من مانی نہ چلائے بلکہ رب کی مرضی پر چلے خواہ طبیعت مانے یا نہ مانے۔اسی مضمون کو کسی شاعر نے اس شعر میں پرویا ہے۔ ؎

آں یادداری کہ وقت زائیدن تو ہمہ خنداں شوند و تو گریاں آں چناں زی کہ وقت مردن تو ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

ترجمہ: تجھے کچھ یاد ہے کہ اپنی پیدائش کے وقت تُو رو رہا تھا اور سب ہنس رہے تھے اب ایسی زندگی گزار کہ تیرے مرنے کے وقت لوگ رو رہے ہوں اور تُو ہنس رہا ہو۔ ؎

ایمان چوں سلامت تالبِ گور بریم شاباش بریں ہمتِ مردانۂ ما

پیارے بچو! حکیم محمد فیضان

دھوبی اور ہنس

پیارے بچو! ہنس ایک بہت خوبصورت پرندہ ہوتا ہے۔اکثر تالابوں کے کنارے بیٹھا رہتا ہے۔ چشموں،ندیوں،پانی کے گھاٹوں پراڑان بھرتااور بسیرا رکھتا ہے،انسان کودور سے ہی دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔

پرانے زمانے میں ایک دھوبی کسی تالاب کے کنارے کپڑے دھویا کرتا تھا۔

یہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ پہلے زمانے میں لانڈریاں اورڈرائی کلینز وغیرہ نہیں ہوتی تھیں نہ ہی آج کل کی طرح گھر گھر واشنگ مشینیں تھیں بلکہ پانی بھی گہرے کنوؤں سے ڈول رسی سے کھینچ کر نکالنا پڑتا تھا یادور چشموں سے بھر کرلاتے تھے......جیسا کہ اب بھی ہمارے دوردراز کے دیہاتوں میں کہیں کہیں ہوتا ہے۔

دھوبی میلے کپڑے گھر گھر جا کرا کٹھے کرتے تھے،پھرندی یا تالاب پرلے جا کراُن کپڑوں کودھوکرصاف کرتے اورواپس گھروں میں جا کردے آتے تھے۔یہی اُن کا کاروبار ہوتا تھا۔

اسی طرح وہ دھوبی بھی روزانہ تالاب کے گھاٹ پر جا کر کپڑے دھویا کرتا تھاوہاں پرایک ہنس بھی رہتا تھا۔

اس ہنس نے دیکھا کہ یہ دھوبی تو روزاسی طرح سے آتا ہےاوراپنا کام کرکے واپس چلا جاتا ہے۔

تو ہنس کا اُس دھوبی سے ڈرختم ہو گیااوروہ اس کے قریب لگنےلگا۔

جب یہ کپڑے دھوتا تو ہنس اس کے پاس بیٹھا رہتا تھا......وہ دھوبی بھی جب روٹی وغیرہ کھانے بیٹھتا تواس ہنس کوبھی کچھ ڈال دیتا۔

اسی طرح دونوں میں خوب دوستی ہوگئی......اگرکسی وجہ سے دھوبی گھاٹ پرنہ آتا تو ہنس اداس ہوجاتا تھا۔

سب گاؤں والوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ دھوبی کا ہنس سے دوستانہ ہے......لوگ رشک کرتے تھے کہ ہمیں تو ہنس کی ایک جھلک بھی دیکھنے کونہیں ملتی اوردھوبی ہنس کے ساتھ رہتا ہے۔لوگ دل ہی دل میں اس دھوبی سے حسد کرنے لگے۔

پیارے بچو! یہ تو آپ کومعلوم ہی ہوگا کہ حسد کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی کو کوئی چیز دی ہے......چاہے مال و دولت ہو......عزت و عہدہ ہو......حسن جوانی ہو......یا اللہ کی دی ہوئی اور کوئی نعمت ہو اس سے جلنا، حسد کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے ہمارے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ (کینہ) اور حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتے ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو......دیکھو لکڑی چاہے کتنی ہی مضبوط ہو آگ اس کو جلا کر راکھ بنا دیتی ہے۔اسی طرح کسی سے حسد کرنا بھی ہماری نیکیوں کو ختم کر دیتا ہے۔

پیارے بچو! دنیا میں سب سے پہلے ہونے والا گناہ حسد ہی ہے۔ہمارے سب سے بڑے بابا حضرت آدم علیہ السلام جن سے اللہ تعالیٰ نے دنیا کو آباد کیا......ان کے ایک بیٹے ہابیل سے دوسرے بیٹے قابیل نے سب سے پہلے حسد کیا تھا اور اسکو موت کے گھاٹ اتار دیا......کیوں کہ اُس کی ہونے والی بیوی قابیل کی ہونے والی بیوی سے خوبصورت تھی......یہ واقعہ تفصیل سے آپ کو دوسری کتابوں میں ملے گا۔

گاؤں کے کچھ لوگ سوچتے رہتے تھے کہ دھوبی کا ہنس سے میل جول کسی طرح ختم ہو......اسی تگ ودو میں رہتے تھے، کہ کیسے دھوبی کو ہنس سے دور کریں۔

پیارے بچو! اس گاؤں میں بادشاہ کا آنا ہوا......دھوبی سے حسد کرنے والوں کو موقع مل گیا ...... گاؤں کے حکیم نے بادشاہ سے کہا......بادشاہ سلامت آپ کی صحت و جوانی کے لئے ضروری ہے کہ آپ ہنس کا گوشت کھایا کریں......بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ جو ہنس کا شکار کر کے لائے گا اس کو بہت زیادہ انعام دیا جائے گا۔

دھوبی کی بیوی نے یہ اعلان سنا تو لالچ میں آ گئی......دھوبی سے کہا کہ آپ کے پاس تالاب پر بھی تو ایک ہنس بیٹھا رہتا ہے......آپ اس کو پکڑ کر بادشاہ کو دے دیں اس سے ہماری غربت ختم ہو جائے گی......اور آپ کی بھی روز روز کی اتنی سخت محنت سے جان چھوٹ جائے گی......دھوبی نے کہا ارے تو پاگل ہو گئی ہے......وہ ہنس تو میرا دوست ہے۔مگر دھوبن نے ایک نہ مانی اور کہا کہ یہ کام تو آپ کو کرنا ہی پڑے گا......آخر جب آپ کو اس غربت سے جان چھڑانے کا ایک موقع مل رہا ہے آپ اس سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے، آخر یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی۔

مگر ہنس کو پکڑنا کوئی آسان کام نہیں تھا......وہ تو اتنا چست و چالاک پرندہ ہوتا ہے کہ ذرا سی دیر میں اڑان بھر کے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے۔پھر کافی سوچ سمجھ کر اس نے منصوبہ بنایا اور ہنس کو کہا کہ دوست! اتنے

دن سے ہماری دوستی ہے اور تو نے ابھی تک ہمارا گھر نہیں دیکھا.....ہنس نے کہا کہ گاؤں میں اتنے لوگ ہوتے ہیں اگر کسی نے دیکھ لیا تو مجھے مار کر کھا جائیں گے۔

دھوبی نے کہا آج رات کے وقت میں آ کر تجھے اپنے گھر لے جاؤں گا.....رات کو سب لوگ سوئے ہوئے ہوتے ہیں، تم صبح ہونے سے پہلے اڑ کر واپس جنگل میں آ جانا۔

پروگرام کے مطابق دھوبی رات کے وقت ہنس کو اپنے گھر لے آیا.....اور اس کو گھر میں بند کر کے پر کاٹ کر پاؤں باندھ دئے.....ہنس بہت رویا.....دوستی کا واسطہ دیا.....کہا کہ دوست تو دوستی میں جان لٹاتے ہیں، دوست کو اس طرح دھوکہ نہیں دیتے.....مگر لالچ بری بلا ہے.....دھوبی نے ہنس کی ایک بات نہ سنی .....صبح ہوتے ہی اسے لے جا کر بادشاہ کے حوالے کر دیا۔

بادشاہ نے اس کو بہت سا انعام دیا۔ہنس نے اس پر کہا.....لوگو! دوستی ہمیشہ دیکھ بھال کر ہی کرنا کہیں ایسا نہ ہو کسی پر اندھا بھروسہ کر کے دوستی میں میرے جیسا حال ہو۔

پیارے بچو! ہمیں بھی ہنس کی اس نصیحت پر عمل کرنا چاہئے کیوں کہ آج کل بھی بہت سارے دھوکہ باز گروہ ہیں.....جو پھرتے ہیں اور بچوں کو بہکا پھسلا کر اپنے جال میں پھنسا لیتے ہیں.....یا چاکلیٹ، ٹافی میں کوئی نشہ والی چیز کھلا کر بے ہوش کر کے بچوں کو اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں.....پھر نہ جانے کیا کیا غلط اور غیر قانونی کام کرواتے ہیں۔

ہاتھ پاؤں توڑ کر معذور کر کے بچوں سے بھیک منگواتے ہیں۔جو بچے ان کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں ان کی زندگی خراب ہوجاتی ہے۔اس لئے جب بھی کسی سے دوستی کرو خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر اور آزما کر کرو، کیوں کہ ہر ایک ملنے جلنے والا دوست نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائیں آمین

مسائلِ قربانی

مؤلف: مولانا محمد عبدالمعبود پیشِ لفظ: مولانا عبدالقیوم حقانی

قربانی کی تاریخی وشرعی حیثیت، ایامِ قربانی، احکامِ قربانی اور ذبح کے جدید آلات، قرآن وحدیث ، آثارِ صحابہ اور جمہور فقہاء کے زریں اقوال کی روشنی میں محققانہ، منصفانہ مفصل ومدلل بحث

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، ضلع نوشہرہ، سرحد پاکستان ☎ 0923-630237

بزمِ خواتین مفتی ابوشعیب

خواتین سے متعلق بنیادی شرعی احکام اور اصلاحی مضامین کا سلسلہ

پردے کی اہمیت اور اس کے چند ضروری احکام (قسط۶)

معزز خواتین! یوں تو عورت کو نامحرم لوگوں سے اپنے سارے بدن کو چھپا کر رکھنا ہی شرم وحیا اور پردہ کے شرعی احکام کا تقاضا ہے لیکن دینِ اسلام چونکہ ایک معتدل اور آسان دین ہے اس لئے جن افراد کے سامنے بدن کے جن اعضاء کے کھولنے سے عموماً فتنے (یعنی شہوت یا بدکاری وغیرہ کا نفسانی تقاضا پیدا ہونے) کا اندیشہ نہ ہو اور جن افراد سے بدن کے جن اعضاء کو چھپانے میں واقعی دشواری ہو تو ایسے مواقع پر اسلامی تعلیمات کی رُو سے بدن کے بعض اعضاء کے کھولنے کی یا کھُلے رہنے کی اجازت ہے۔

مگر یہ بات کہ کن افراد کے سامنے کن اعضاء کے کھولنے سے فتنہ پیدا نہیں ہوتا یا کہاں اور کن اعضاء کے چھُپانے میں واقعی حرج ہوتا ہے شریعت نے یہ تفصیل خود طے کر دی ہے اور اصولی انداز میں تو یہ بات بعض قرآنی آیات اور احادیث میں بیان فرمائی گئی ہے اور جزئی انداز میں قرآن وسنت کی روشنی میں فقہاء امت رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے مسائل کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

(۱)......عورت کا مرد سے پردہ

پردے کے احکام میں فرق کے لحاظ سے مرد تین طرح کے ہیں:

(الف)......اجنبی یا غیر محرم مرد: یعنی ایسا مرد جس سے زندگی میں کسی بھی وقت شرعی اعتبار سے نکاح جائز ہوسکتا ہو جیسے دیور، جیٹھ، بہنوئی، نندوئی وغیرہ۔ اس طرح کے مردوں سے عورت کو سر سے لے کر پاؤں تک اپنا سارا بدن چھپا کر رکھنا ضروری ہے۔

مسئلہ: جوان عورت کو کسی غیر محرم کے سامنے اپنا چہرہ کھولنا درست نہیں نہ ایسی جگہ کھڑی ہو جہاں کوئی دوسرا دیکھ سکے، اسی سے معلوم ہوگیا کہ نئی دلہن کی منہ دکھائی کی جو رسم ہے کہ خاندان کے سارے مرد (جن میں عموماً دلہن کے غیر محرم بھی شامل ہوتے ہیں) آ کر چہرہ دیکھتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں اور بڑا گناہ ہے۔

مسئلہ: جس مرد کی قوتِ مردانہ کسی وجہ سے ختم ہوگئی ہو، اس سے بھی پردہ کرنا ضروری ہے لہٰذا ہیجڑے، خصی

مرداور جس مرد کا عضو تناسل کٹ گیا ہو یا جو مرد بہت بوڑھا ہو گیا ہو ان سب سے پردہ کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح عام مرد سے پردہ کرنے کا حکم ہے (شرعی پردہ ص ۸۵، بہشتی زیور تیسرا حصہ ص ۶۵)

مسئلہ: غیر محرم نابینا مرد سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے (بہشتی زیور تیسرا حصہ ص ۶۵)

مسئلہ: سر کے جو بال کنگھی کرتے ہوئے ٹوٹتے ہیں اور کٹے ہوئے ناخن بھی کسی ایسی جگہ ڈالے کہ کسی غیر محرم کی نگاہ نہ پڑے نہیں تو گنہگار ہو گی (بہشتی زیور تیسرا حصہ ص ۶۵)

(ب)......محرم مرد: یعنی ایسا مرد جس سے زندگی بھر کسی وقت بھی کسی صورت میں شرعی اعتبار سے نکاح جائز نہ ہو سکتا ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، پوتا، نواسہ وغیرہ اس طرح کے مردوں کے سامنے اگر خاتون کا چہرہ، سر، سینہ، بازو اور پنڈلیاں کُھل جائیں تو کچھ گناہ نہیں اور پیٹ، پیٹھ اور رانیں وغیرہ ان کے سامنے کھولنا بھی جائز نہیں۔ غرضیکہ چہرہ، سر، سینہ، بازو اور پنڈلیوں کے علاوہ باقی سارے جسم کا چھُپانا اس طرح کے مردوں سے بھی ضروری ہے۔

جن اعضاء (پیٹ، پیٹھ اور رانوں وغیرہ) کا چھپانا اس طرح کے مردوں سے ضروری ہے تو چھُپانے سے مراد یہ ہے کہ ایسے موٹے اور ڈھیلے ڈھالے لباس سے ان اعضاء کو چھپایا جائے کہ نہ تو کپڑے کے باریک ہونے کی وجہ سے بدن کے اتنے حصے کی جھلک نظر آئے اور نہ ہی لباس کے چست ہونے کی وجہ سے بدن کے ان اعضاء کا حجم ظاہر ہو۔

تنبیہ: اگرچہ محرم مردوں کے سامنے بعض اعضاء کے کھُلے رہنے کی شریعت نے گنجائش بیان فرمائی ہے لیکن چونکہ ان تمام اعضاء کے کھُلے رکھنے کی عموماً ضرورت نہیں ہوتی اور آج کل کے پُرفتن ماحول میں بعض محرموں سے بھی اطمینان نہیں ہوتا نیز شرم وحیا کا تقاضا بھی یہی ہے کہ عورت محرم مردوں سے بھی ممکنہ حد تک تمام اعضاء کے چھُپانے کا اہتمام کرے البتہ باوجود اہتمام کے کسی وقت ان اعضاء (جن کے کھولنے کی شرعاً گنجائش ہے) میں سے کوئی عضو کسی محرم کے سامنے کھُل جائے یا کام کی ضرورت کی وجہ سے کھولنا پڑے تو کوئی حرج نہیں، جائز ہے۔

ہاں شرم وحیا کا تقاضا یہ ہے کہ بلا عذر ایسا نہ کیا جائے۔

(ج)......شوہر سے کسی عضو کا پردہ نہیں ہے عورت کو اپنے خاوند کے سامنے سارے بدن کا کھولنا درست ہے مگر بے ضرورت ایسا کرنا اچھا نہیں۔

(۲)......عورت کا عورت سے پردہ

ایک عورت کے دوسری عورت سے پردہ کے احکام کے لحاظ سے عورت دو طرح کی ہے:۔

(الف)......عورت کا کافر عورت سے پردہ: مسلمان عورت کو کافر عورت کے سامنے اپنے چہرے، ہاتھ اور پاؤں کے علاوہ باقی بدن میں سے کسی عضو کو ظاہر کرنا جائز نہیں۔لہٰذا اگر کسی جگہ غیر مسلم عورت کا سامنا ہو تو اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کے علاوہ باقی سارے بدن کو موٹے اور ڈھیلے ڈھالے لباس یا پردے وغیرہ سے چھپا کر رکھنا ضروری ہے۔

(ب)......عورت کا مسلمان عورت سے پردہ: ایک مسلمان خاتون کو دوسری مسلمان خاتون کے سامنے ناف سے لیکر گھٹنے تک کا حصۂ بدن کھولنا جائز نہیں۔

مسئلہ: کسی میت خاتون کو غسلِ میت دینا ہو تب بھی اس کے ناف سے لے کر گھٹنے تک کے حصۂ بدن کو غسل دینے والی خاتون کا دیکھنا جائز نہیں۔

مسئلہ: بچہ جنتے وقت بھی کوشش کرنی چاہئے کہ زچہ کا ناف سے لے کر گھٹنے تک کا حصۂ بدن ضرورت سے زیادہ نہ کھولا جائے،ایسے ہی بچہ جنوانے والی خاتون (مثلاً دائی یا لیڈی ڈاکٹر وغیرہ) کے علاوہ کسی عورت کے لئے زچہ کے اس حصۂ بدن کو دیکھنا جائز نہیں اور بچہ جنوانے والی خاتون (دائی یا لیڈی ڈاکٹر) کو بھی صرف اسی قدر حصہ پر نظر ڈالنا جائز ہے، جتنے حصے پر نظر ڈالنے کی مجبوری ہے (مریض ومعالج کے اسلامی احکام،صفحہ ۳۹۹)

محرم وغیر محرم کی تفصیل

کسی بھی خاتون کا محرم مرد وہ مرد کہلاتا ہے جس کے ساتھ زندگی بھر کبھی بھی شرعاً نکاح جائز ہونے کی کوئی صورت ممکن نہ ہو۔

محرم مردوں کی بنیادی طور پر تین قسمیں ہیں:

(الف)......نسبی محرم: وہ مرد جس کے ساتھ کسی خاتون کا خاندانی اعتبار سے ایسا رشتہ ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے اس کے ساتھ اس خاتون کا نکاح کرنا شرعاً حرام ہے،اس طرح کے مَردوں کی درجِ ذیل قسمیں ہیں:

(۱) عورت کے اصول یعنی جن مَردوں سے وہ عورت پیدا ہوئی ہے جیسے باپ، دادا، نانا، پردادا، پرنانا اوپر تک

(۲) عورت کے فروع یعنی جو مرد اس عورت سے پیدا ہوئے ہیں جیسے بیٹا، پوتا، نواسہ، پرپوتا، پرنواسہ نیچے تک

(۳) عورت کے اطراف اوران کے فروع یعنی عورت کے بھائی اوران کی اولادوغیرہ، ان کی تفصیل یہ ہے: کسی عورت کا سگا بھائی اوراس کا بیٹا، پوتا، نواسہ وغیرہ نیچے تک، باپ شریک بھائی (ایسا بھائی کہ اس کا اوراس خاتون کا باپ ایک ہواور ماں الگ الگ) اوراس کا بیٹا، پوتا نواسہ وغیرہ نیچے تک۔ ماں شریک بھائی (ایسا بھائی کہ اس کی اوراس خاتون کی ماں ایک ہواور باپ الگ الگ) اوراس کا بیٹا، پوتا، نواسہ وغیرہ نیچے تک۔

عورت کی بہن کے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ ان کی تفصیل یہ ہے: کسی عورت کی سگی بہن کا بیٹا، پوتا، نواسہ وغیرہ نیچے تک۔ کسی عورت کی باپ شریک بہن (ایسی بہن کہ اس کا اوراس خاتون کا باپ ایک ہواور ماں الگ الگ) کا بیٹا، پوتا، نواسہ وغیرہ نیچے تک۔ کسی عورت کی ماں شریک بہن (ایسی بہن کہ اس کی اوراس خاتون کی ماں ایک ہواور باپ الگ الگ) کا بیٹا، پوتا، نواسہ وغیرہ نیچے تک۔

(۴) عورت کے اصول کے اطراف یعنی عورت کے ماں، باپ، نانا، نانی، دادا، دادی وغیرہ کے بھائی، ان کی تفصیل یہ ہے: ماں کا سگا بھائی یعنی ماموں، ماں کا باپ شریک بھائی، ماں کا ماں شریک بھائی یعنی سوتیلا ماموں، باپ کا سگا بھائی یعنی سگا چچا، تایا۔ باپ کا باپ شریک بھائی، باپ کا ماں شریک بھائی یعنی سوتیلا چچا، تایا، عورت کے نانا کا سگا بھائی یعنی عورت کی ماں کا سگا چچا تایا، عورت کے نانا کا باپ شریک بھائی۔ عورت کے نانا کا ماں شریک بھائی یعنی عورت کی ماں کا سوتیلا چچا، تایا، عورت کی نانی کا سگا بھائی یعنی عورت کی ماں کا سگا ماموں، عورت کی نانی کا باپ شریک بھائی۔ عورت کی نانی کا ماں شریک بھائی یعنی عورت کی ماں کا سوتیلا ماموں، عورت کے دادا کا سگا بھائی یعنی عورت کے باپ کا سگا چچا، تایا، عورت کے دادا کا باپ شریک بھائی، عورت کے دادا کا ماں شریک بھائی یعنی عورت کے باپ کا سوتیلا چچا، تایا۔ عورت کی دادی کا سگا بھائی یعنی عورت کے باپ کا سگا ماموں، عورت کی دادی کا باپ شریک بھائی، عورت کی دادی کا ماں شریک بھائی یعنی عورت کے باپ کا سوتیلا ماموں۔

(ب)...... رضاعی محرم: اس سے مراد ایسا مرد ہے جو دودھ کے رشتے کے لحاظ سے کسی عورت کا محرم بنے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی خاتون کسی اور کے بچے یا بچی کو دوسال کی عمر کے اندر اندر اپنا دودھ پلا دے تو وہ دودھ پلانے والی عورت ان دودھ پینے والے بچے بچی کی رضاعی (یعنی دودھ کے رشتے کے لحاظ سے) والدہ بن گئی اوراس عورت کا شوہر (جس کے سبب سے اس خاتون کے دودھ اترا) ان بچوں کا

رضاعی باپ بن گیا اور اس عورت کی نسبی (سگی) اولاد ان بچوں کے بہن بھائی بن گئے اور اس عورت کی بہنیں ان کی خالائیں بن گئیں اور اس عورت کا جیٹھ دیور ان بچوں کے رضاعی تایا، چچا بن گئے اور اس عورت کے شوہر کی بہنیں ان بچوں کی رضاعی پھوپھیاں بن گئیں اور باہم یہ سب ایک دوسرے کے لئے شرعاً محرم ہو گئے (کذافی معارف القرآن ج۲ص۳۵۹)

اسی طرح دو سال کی عمر کے اندر اندر کسی خاتون کا دودھ پینے والا بچہ بچی شرعاً اس خاتون کے رضاعی (یعنی دودھ کے رشتے کے لحاظ سے) بیٹا بیٹی بن گئے پھر اس رضاعی بیٹی کا شوہر بھی شرعاً دودھ پلانے والی خاتون کا محرم بن گیا، اور رضاعی بیٹے کی بیوی دودھ پلانے والی کے شوہر کی محرم بن گئی۔ اسی طرح رضاعی بیٹے بیٹی کی مذکر اولاد بھی اس دودھ پلانے والی خاتون کے لئے شرعاً محرم بن جاتے ہیں۔

(ج)......سسرالی محرم: اس سے مراد ایسا مرد ہے جس سے کسی خاندان میں نکاح کرنے کی وجہ سے محرمیت کا رشتہ بن گیا ہو۔ جیسے شوہر کا باپ (سسر) دادا، نانا اوپر تک خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔

اسی طرح شوہر کا بیٹا، پوتا، نواسہ نیچے تک خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ ایسے ہی اپنی ماں، دادی، نانی (اوپر تک) کا شوہر خواہ نسبی ماں دادی ہو یا رضاعی۔ اسی طرح اپنی بیٹی، پوتی، نواسی (نیچے تک) کا شوہر خواہ نسبی بیٹی، پوتی ہو یا رضاعی۔ یہ سب مرد شرعاً عورت کے محرم ہیں۔

تنبیہ: آج کل چونکہ فحاشی اور بے حیائی والا ماحول عام ہے اور اکثر لوگوں میں دیانت وامانت اور شرم وحیا کا فقدان ہے نیز طبیعتوں اور مزاجوں میں فساد کا غلبہ ہے جس کی وجہ سے بسا اوقات قریبی محرم سے بھی عزت و عصمت کے تار تار ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے مذکورہ بالا تمام مرد گو کہ شرعی اعتبار سے محرم ہیں اور محرم سے پردہ نہیں ہوتا اور تنہائی میں بھی محرم کے ساتھ رہنا جائز ہوتا ہے لیکن پھر بھی یہ حکم ہے کہ اگر کسی خاتون کو اپنے کسی محرم سے عزت وعصمت کے محفوظ نہ رہنے کا خطرہ ہو تو اسے چاہئے کہ وہ ایسے محرم کے ساتھ تنہا ہونے کی نوبت نہ آنے دے اور دیگر اوقات میں بھی ممکنہ حد تک ایسے محرم سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔

غیر محرم کی وضاحت: کسی خاتون کا غیر محرم مرد وہ ہوتا ہے کہ جس کے ساتھ زندگی بھر کسی بھی وقت شرعاً نکاح جائز ہونے کی کوئی نہ کوئی صورت ممکن ہو، محرم مردوں (جن کی تفصیل اوپر ذکر کی گئی ہے) کے سوا تمام مرد غیر محرم ہیں، چند ایک غیر محرم جن کے ساتھ قریبی رشتہ بنتا ہے لیکن شرعی اعتبار سے وہ محرم نہیں ہیں، یہ ہیں:

(۱) دیور (شوہر کا چھوٹا بھائی) (۲) جیٹھ (شوہر کا بڑا بھائی) (۳) بہنوئی (بہن کا شوہر) (۴) نندوئی

(یعنی شوہر کی بہن کا شوہر) (۵) شوہر کا ماموں (۶) شوہر کا چچا تایا (۷) شوہر کا بھانجا (۸) شوہر کا بھتیجا (۹) عورت کا اپنا خالو (۱۰) عورت کا اپنا پھوپھا (۱۱) عورت کا اپنا چچازاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۲) عورت کا اپنا تایازاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۳) عورت کا اپنا خالہ زاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۴) عورت کا اپنا پھوپھی زاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۵) عورت کا اپنا ماموں زاد اور اس کا بیٹا پوتا نواسہ وغیرہ (۱۶) شوہر کا خالو (۱۷) شوہر کا پھوپھا (۱۸) بھتیجی کا شوہر (۱۹) بھانجی کا شوہر (۲۰) ماں یا باپ کا چچازاد، تایازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد، اور اس کے بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ (۲۱) منہ بولا بیٹا، بھائی، چچا، ماموں (۲۲) جس شخص نے کسی چھوٹی بچی کو لے کر پالا ہو اس شخص سے بھی اس بچی کو بڑے ہو کر پردہ کرنا ضروری ہے، کہ شرعاً یہ بھی غیر محرم ہے، ہاں اگر کوئی شخص اپنی کسی محرم بچی مثلاً بھتیجی، بھانجی کو لے کر پالے تو اس صورت میں بچی کو اپنے پالنے والے سے پردہ ضروری نہیں، کیونکہ وہ اس کا محرم ہے (۲۳) سمدھی یعنی اپنے بیٹے، بیٹی کا سسر

یہ سب مرد شرعاً غیر محرم ہیں ان سے ایسا ہی پردہ ضروری ہے جس طرح بالکل اجنبی شخص سے پردے کا حکم ہے۔

(جاری ہے............)

استغفار کے ثمرات

وعظ: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

قیمت: (ایک وعظ کے لئے دس روپے کے ٹکٹوں پر مشتمل ڈاک خرچ بھیجنا ضروری ہے)

ناشر: انجمن احیاء السنۃ، ۳۲، راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبان پورہ، لاہور، پوسٹ کوڈ 54920

آپ کے دینی مسائل کا حل

ادارہ

نماز میں ہاتھ باندھنے کی تحقیق

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(الف)......ہم لوگ نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے اوپر اس طرح رکھتے ہیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے پر آ جاتی ہے، اور دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لیتے ہیں، اور دائیں ہاتھ کی باقی تین انگلیاں بائیں ہاتھ کی کلائی پر سیدھی رکھی ہوئی ہوتی ہیں۔جبکہ بعض حضرات اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک پہنچا کر کہنیوں کو پکڑ لیتے ہیں، اور اس طریقہ کو حدیث کے مطابق قرار دیتے ہیں۔اور ہمارے طریقہ کو احادیث اور سنت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ان میں سے صحیح طریقہ کون سا ہے؟

(ب)......اسی طرح ہم لوگ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھتے ہیں، اور ہماری خواتین سینے پر ہاتھ باندھتی ہیں۔جبکہ بعض لوگ اس کے برعکس مرد وعورتوں سب کو سینے پر ہاتھ باندھنے پر زور دیتے ہیں۔
اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ طریقہ صرف حنفی فقہاء کا ہے، جبکہ دوسرے فقہاء سینے پر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کا طریقہ احادیث سے ثابت ہے، اور ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کا طریقہ روایت سے ثابت نہیں۔

آپ سے درخواست ہے کہ اس سلسلہ میں مفصل تحقیق سے مستفید فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

(الف)......صحیح احادیث سے نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے اور بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا ثبوت موجود ہے۔

اور بعض احادیث میں یہ وضاحت بھی ہے، کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے کی پشت پر رکھا جائے لہٰذا بعض لوگوں کا نماز میں اس طرح ہاتھ باندھنا کہ دونوں ہاتھ بڑھا کر کہنیوں تک پہنچا دینا اور کہنیوں کو

پکڑ کر کھڑے ہونا سنت کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ میں بہت سی احادیث موجود ہیں، یہاں چند احادیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

(۱)......حضرت قبیصہ بن ھلب اپنے والد حضرت ھلب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ (ابن ماجة حديث نمبر ۸۰۱، كتاب إقامة الصلاة والسنة فيها،باب وضع اليمين على الشمال فی الصلاة، شرح السنة للبغوی ،باب ما يستفتح به الصلاة من الدعاء) [۱]

ترجمہ: نبی ﷺ ہماری امامت فرماتے تھے تو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں (جس کو کئی محدثین نے روایت کیا ہے، اور اس کو سند کے لحاظ سے عمدہ حدیث قرار دیا ہے) بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر ہے، اور پکڑنے کے لئے ہتھیلی اور انگلیاں استعمال ہوتی ہیں، اور دیگر احادیث سے صاف طور پر بائیں ہاتھ کو گٹے کے قریب سے پکڑنا معلوم ہوتا ہے۔

(۲)......حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ -صلى الله عليه وسلم - كَانَ يَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ فِي الصَّلاَةِ (دارقطنی، باب فی أخذ الشمال باليمين فی الصلاة،حديث نمبر ۱۱۰۴، واللفظ لهٗ، مسند ابنِ ابی شيبة حديث نمبر ۳۱۳ ج ۱ ص ۳۲۳)

ترجمہ: بے شک نبی ﷺ نماز میں اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے۔

فائدہ: اس حدیث میں بھی بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے کا ذکر ہے۔

(۳)......حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ الْيَدَ الْيُمْنَى عَلَى ذِرَاعِهِ الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ (بخاری، باب وضع اليمنى على اليسرى فی الصلاة حديث نمبر ۶۹۸ ،مؤطا امام مالک ،باب وضع اليدين إحداهما على الأخرى فی الصلاة، حديث نمبر ۳۴۰)

ترجمہ: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

(۴)......اور مسند احمد میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

كَانَ النَّاسُ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَضَعُوا الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلَاةِ (مسنداحمدحديث نمبر ۲۱۷۸۲)

---

[۱] قال البغوی:

هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ ، وَقَبِيصَةُ بْنُ هُلْبٍ الطَّائِيُّ ، وَاسْمُ هُلْبٍ يَزِيدُ بْنُ قُنَافَةَ(حواله بالا)

Idara Ghufran

ترجمہ: لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھیں۔

فائدہ: محدثین نے دوسری احادیث کے پیشِ نظر بائیں ہاتھ سے ہتھیلی اور گٹا مراد لیا ہے، اور یہی صورت خشوع کے زیادہ قریب بھی ہے۔ [۱]

(۵)......حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مِنْ أَخْلاَقِ النَّبِيِّينَ وَضْعُ الْيَمِينِ عَلَى الشِّمَالِ فِي الصَّلاَةِ (مصنف ابنِ ابی شیبة،وضع الیمین علی الشمال)

ترجمہ: نبیوں کے اخلاق میں سے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے (ترجمہ ختم)

(۶)......حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ :إِنَّا مَعْشَرَ الْأَنْبِيَاءِ أُمِرْنَا بِتَعْجِيلِ فِطْرِنا، وَتَأْخِيرِ سُحُورِنا، وَوَضَعِ أيمَانِنَا عَلَى شمائِلِنا فِي الصَّلاةِ (المعجم الکبیر للطبرانی حدیث نمبر ۱۱۳۲۳)

ترجمہ: میں نے نبی ﷺ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ ہم انبیاء کی جماعت کو حکم دیا گیا ہے افطار میں جلدی کرنے، اور سحری میں تاخیر کرنے (یعنی صبح صادق ہونے سے پہلے) اور نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنے کا (ترجمہ ختم) [۲]

(۷)......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

ثَلاثَةٌ مِنَ النُّبُوَّةِ تَعْجِيلُ الإِفْطَارِ وَتَأْخِيرُ السُّحُورِ وَوَضْعُ الْيَدِ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى فِي الصَّلاَةِ (سنن الدارقطنی، باب فی اخذ الشمال،السنن الکبریٰ للبیھقی، باب وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلاة)

ترجمہ: تین چیزیں نبوت (کے اخلاق) میں سے ہیں، ایک روزہ جلدی افطار کرنا (یعنی غروب ہونے کے فوراً بعد) اور دوسرے سحری میں تاخیر کرنا (یعنی صبح صادق ہونے سے پہلے) اور تیسرے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا (ترجمہ ختم)

---

[۱] چنانچہ امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

(کان یضع الیمنی علی الیسری فی الصلاة) أی یضع یده الیمنی علی ظهر کفه الیسری والرسغ من الساعد کما فی حدیث واثلة عن أبی داود والنسائی وصححه ابن خزیمة وذلک لأنه أقرب إلی الخشوع وأبعد عن العبث(فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۷۰۸۳)

[۲] قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح(مجمع الزوائد ج۲ ۱۰۵)

(۸)......حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَضَعُ يَدَهُ الْيُمْنَى عَلَى الْيُسْرَى قَرِيباً مِنَ الرُّصْغِ (سنن دارمی، باب قبض اليمين على الشمال فى الصلاة)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر گٹے کے قریب رکھا ہوا تھا (ترجمہ ختم)

(۹)......اور صحیح ابنِ خزیمہ کی ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وضع يده اليمنى على ظهر كفه اليسرى والرسغ والساعد (صحيح ابنِ خزيمة، باب وضع بطن الكف اليمنى على كف اليسرى والرسغ والساعد جميعا)

ترجمہ: نبی ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے اور بازو پر رکھا۔

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اس طریقہ سے تھا کہ گٹے اور بازو کے کچھ حصہ تک پہنچا ہوا تھا۔

اور اس کی شکل یہ ہوتی ہے کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور گٹے پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور دائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کے گٹے سے آگے کچھ بازو پر رکھی ہوئی ہوں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ دونوں ہاتھ کہنیوں تک پہنچا کر کہنیوں کو پکڑ لیتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل سنت کے صریح خلاف ہے۔

علاوہ ازیں یہ طریقہ تواضع والا نہیں ہے، بلکہ متکبرین کا طریقہ ہے، اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور تواضع اختیار کرنے کا حکم ہے، اس لئے بھی یہ طریقہ درست نہیں ہے۔

ملحوظ رہے کہ گزشتہ بعض احادیث میں بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑنے اور بعض احادیث میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے کا ذکر ہے۔

ہمارے فقہائے کرام نے دونوں قسم کی احادیث پر عمل کی جو صورت راجح قرار دی ہے وہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی اور درمیان کی تین انگلیوں کو تو بائیں ہاتھ پر رکھ دیا جائے (اس سے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنے والی احادیث پر عمل ہو جائے گا)

اور دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے گٹے کو پکڑ لیا جائے (اس سے بائیں ہاتھ کو پکڑنے والی احادیث پر عمل ہو جائے گا)

لہٰذا بعض حضرات کا اس طریقہ کو احادیث اور سنت کے خلاف قرار دینا درست نہیں۔ [۱]

(ب)......حضور ﷺ سے براہِ راست قولی طریقہ پر نماز میں ہاتھوں کے ناف کے اوپر یا نیچے باندھنے کا حکم منقول نہیں۔

اور صحابۂ کرام، تابعین اور اتباعِ تابعین میں سے بعض حضرات ناف سے نیچے اور بعض حضرات ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے فرمایا کہ اس مسئلہ میں گنجائش دونوں کی پائی جاتی ہے۔

چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

عَنْ قَبِيصَةَ بْنِ هُلْبٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَؤُمُّنَا فَيَأْخُذُ شِمَالَهُ بِيَمِينِهِ وَفِي الْبَاب عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ وَغُطَيْفِ بْنِ الْحَارِثِ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ مَسْعُودٍ وَسَهْلِ بْنِ سَعْدٍ حَدِيثُ هُلْبٍ حَدِيثٌ حَسَنٌ وَالْعَمَلُ عَلَى هَذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ يَرَوْنَ أَنْ يَضَعَ الرَّجُلُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا فَوْقَ السُّرَّةِ وَرَأَى بَعْضُهُمْ أَنْ يَضَعَهُمَا تَحْتَ السُّرَّةِ وَكُلُّ ذَلِكَ وَاسِعٌ عِنْدَهُمْ(ترمذی، باب ما جاء فی وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ)

ترجمہ: قبیصہ بن ھلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت فرماتے تھے، تو اپنے بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیا کرتے تھے اور اس باب میں حضرت وائل بن حجر، سے اور غطیف بن حارث سے اور ابنِ عباس سے اور ابنِ مسعود سے اور سہل بن سعد سے احادیث مروی ہیں، اور ھلب کی (مذکورہ) حدیث ''حسن'' ہے، اور اسی پر نبی ﷺ کے صحابۂ کرام، اور تابعین اور ان کے بعد کے (تبعِ تابعین) اہلِ علم

---

[۱] البتہ خواتین کو صرف ہتھیلی پر ہتھیلی رکھنے پر اکتفاء کرنا چاہیے، کیونکہ انہیں نماز میں ضَم اور ملنے اور جسم کے حصوں کو سکیڑ کر رکھنے کی تعلیم ہے، اس میں ان کے لیے پردہ کی زیادہ رعایت ہے (اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ ''مرد وعورت کی نماز میں فرق کا ثبوت'' میں کر دی ہے)

وَأَمَّا صِفَةُ الْوَضْعِ فَفِي الْحَدِيثِ الْمَرْفُوعِ لَفْظُ الْأَخْذِ، وَفِي حَدِيثِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ لَفْظُ الْوَضْعِ وَاسْتَحْسَنَ كَثِيرٌ مِنْ مَشَايِخِنَا الْجَمْعَ بَيْنَهُمَا بِأَنْ يَضَعَ بَاطِنَ كَفِّهِ الْيُمْنَى عَلَى ظَاهِرِ كَفِّهِ الْيُسْرَى وَيُحَلِّقَ بِالْخِنْصَرِ وَالْإِبْهَامِ عَلَى الرُّسْغِ لِيَكُونَ عَامِلًا بِالْحَدِيثَيْنِ (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ)

(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: رد المختار، کتاب الصلاۃ، مطلب بیان التواتر والشاذ)

حضرات کا عمل ہے، جو یہ فرماتے ہیں کہ آدمی نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے اوران (صحابہ، تابعین، اورتبعِ تابعین) کے بعض اہلِ علم حضرات ہاتھوں کو ناف کے اوپر اور بعض ناف کے نیچے رکھنے کے قائل ہیں، اوران سب (یعنی ناف سے اوپر اور نیچے ہاتھ رکھنے) کی ان کے نزدیک گنجائش ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: امام ترمذی رحمہ اللہ کے مذکورہ کلام سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ، وتابعین اوران کے بعد کے حضرات ناف سے اوپر اور بعض ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

اورصحابۂ کرام اوران کے بعد کے اہلِ علم حضرات کا اس مسئلہ میں اختلافِ رائے کا ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے حضورﷺ سے قولاً وفعلاً دونوں صورتیں اخذ کی ہیں۔

فقہائے کرام میں سے امام مالک رحمہ اللہ تو نماز میں ہاتھوں کے ارسال (یعنی ہاتھ باندھے بغیر لٹکا کر چھوڑے رکھنے) کے قائل ہیں، جبکہ جمہور فقہاء نماز میں ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

جمہور فقہائے کرام کی مستدل چند احادیث پہلے گزرچکی ہیں۔

پھر جمہور فقہائے کرام میں سے امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ سے اس سلسلہ میں مختلف روایات مروی ہیں، ایک روایت ناف کے نیچے، دوسری ناف پر اور تیسری ناف کے اوپر کی مروی ہے، لیکن مشہور روایت ان سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ہے، اوراس روایت کو علامہ ابنِ قیم جوزی وغیرہ نے زیادہ صحیح قرار دیا ہے، اورامام احمد سے سینے پر ہاتھ باندھنے کے عمل کا مکروہ ہونا بھی مروی ہے۔

اورامام شافعی رحمہ اللہ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں، البتہ شوافع میں سے اسحاق مروزی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

اسی طرح سفیان ثوری اوراسحاق بن راھویہ بھی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے مرد حضرات کے حق میں تواضع اور عاجزی کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی روایات کو راجح قرار دیا ہے، اورعورتوں کے حق میں ستر اور پردہ کے اصول کو ملحوظ رکھتے ہوئے سینہ پر ہاتھ باندھنے کی روایت کو راجح قرار دیا۔

اورترجیح کے ساتھ دونوں قسم کی روایات میں عمدہ طریقہ پر تطبیق بھی ہوگئی۔

اوراس طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ترجیح وتطبیق دونوں اصولوں کو بروئے کار لائے، اوردونوں قسم کی روایات

کو معمول بہا بنایا، اور کسی ایک قسم کی روایات کو بالکلیہ مہمل نہیں چھوڑا۔

نماز کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بندے کی طرف سے تواضع پر ہے۔

لہٰذا ہاتھ باندھنے کی جو حالت تواضع کے زیادہ قریب ہوگی، اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہوگا، اور یہ بات حدیث سے بھی معلوم ہوتی ہے۔

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو حنيفة ، عن إبراهيم ، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يعتمد بإحدى يديه على الأخرى فى الصلاة ، يتواضع لله تعالى قال محمد : ويضع بطن كفه الأيمن على رسغه الأيسر تحت السرة فيكون الرسغ في وسط الكف (كتاب الآثار ص ۲۴، حديث نمبر ۱۲۰ ،باب الصلاة قاعدا والتعمد على شيئ او يصلى الى ستره)

ترجمہ: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی، حضرت ابراہیم نخعی سے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے ایک (یعنی دائیں) ہاتھ کو دوسرے (یعنی بائیں) ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (وعاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے۔

امام محمد نے فرمایا کہ اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے اندرونی حصے کو بائیں ہاتھ کے گٹے پر ناف کے نیچے رکھ لے، جس سے اس کے بائیں ہاتھ کا گٹا دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے درمیان میں آجائے گا (ترجمہ ختم)

فائدہ: کیونکہ ناف کے نیچے مذکورہ طریقہ پر ہاتھ رکھنے میں بندے کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حضور زیادہ تواضع وعاجزی اور اللہ تعالیٰ کی زیادہ تعظیم پائی جاتی تھی، اس لیے ہمارے فقہاء نے اس طریقے کو ترجیح دی

امام محمد رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں کہ:

ينبغى للمصلّى إذا قام فى صلاته أن يَضَعَ باطنَ كفِّه اليُمنى على رُسُغه اليُسرى تحت السُرّة ، ويَرمى ببصره إلى موضع سجوده، وهو قول أبى حنيفة(الموطأ للإمامِ محمَّد بن الحَسَن، باب وضع اليمين على اليسار فى الصلاة)

ترجمہ: نماز پڑھنے والے کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ جب نماز میں کھڑا ہو تو اپنے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کا اندرونی حصہ اپنے بائیں ہاتھ کے گٹے پر ناف کے نیچے رکھ لے، اور اپنی نظر کو اپنے سجدہ کی جگہ رکھے، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (ترجمہ ختم)

احناف کی کتاب مبسوط سرخسی میں ہے:

وَلَنَا حَدِيثُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ كَمَا رَوَيْنَا وَالسُّنَّةُ إذَا أُطْلِقَتْ تَنْصَرِفُ إلَى سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ الْوَضْعُ تَحْتَ السُّرَّةِ أَبْعَدُ عَنْ التَّشَبُّهِ بِأَهْلِ الْكِتَابِ وَأَقْرَبُ إلَى سِتْرِ الْعَوْرَةِ فَكَانَ أَوْلَى (المبسوط للسرخسی، کتاب الصلاۃ، کیفیۃ الدخول فی الصلاۃ)

ترجمہ: اور ہماری دلیل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جیسا کہ ہم نے نقل کی؛ اور سنت کا لفظ جب بولا جائے تو اس سے رسول اللہ ﷺ کی سنت مراد ہوا کرتی ہے، پھر ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے میں اہلِ کتاب کے ساتھ تشبہ سے بھی حفاظت پائی جاتی ہے، اور سترِ عورت وشرمگاہ کو چھپانے کی بھی زیادہ رعایت پائی جاتی ہے، اس لیے ناف سے نیچے ہاتھ رکھنا بہتر ہے۔

شیخ محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لما وقع التعارض بين الجانبين رجح ابو حنفية رحمه الله تعالىٰ الوضع تحت السرة لحديث على رضى الله تعالىٰ عنه من السنة كذا، وهو حديث حسن لغيره، وان كان ضعيفا فى نفسه، ولانه ابلغ فى التواضع والتعظيم، ولهذا عهد بين يدى الامراء والملوك والتعظيم هو المطلوب فى احوال الصلاة كلها، وهذا فى حق الرجال واما فى حق النساء فنظر الى ما هو الاستر لهن، ورأى ان رعاية الاستر فى حقهن اولىٰ من رعاية التعظيم مع ما فيه من اعمال النصين، وهو اولىٰ من اهمال احدهما بالكلية (درهم الصرة ص ١١٥)

ترجمہ: جب دونوں طرف ٹکراؤ پیدا ہوگیا تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ناف کے نیچے ہاتھ رکھنے کو ترجیح دی، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کی وجہ سے جس میں اس طرح کے عمل کو سنت بتلایا گیا ہے۔ اور وہ (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی حدیث حسن لغیرہ ہے، اگرچہ فی نفسہٖ ضعیف ہے۔ اور ناف کے نیچے ہاتھ رکھنا تواضع اور تعظیم کے زیادہ لائق ہے، اور اسی وجہ سے امراء اور بادشاہوں کے سامنے بھی (تعظیم کا یہی طریقہ) رائج ہے۔ اور نماز کی تمام حالتوں میں تعظیم ہی مطلوب ہے۔ اور یہ مَردوں کے حق میں ہے، اور جہاں تک عورتوں کا معاملہ ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ان کے لیے جو صورت زیادہ ستر اور پردہ والی تھی، اس پر نظر کی، اور یہ دیکھا کہ عورتوں کے حق میں پردہ کی رعایت، تعظیم کی رعایت کے مقابلہ میں بہتر

ہے، اوراس پرعمل کرنے میں دونوں قسم کی روایات پرعمل بھی ہوجاتا ہے، اور دونوں قسم کی روایات پرعمل کرنا، کسی ایک کو بالکل مہمل چھوڑ دینے سے بہتر ہے(ترجمہ ختم)

احناف کے حوالوں کے بعداب دیگر محدثین وفقہاء کے اقوال وعبارات پیش کی جاتی ہیں۔

ابویعقوب اسحاق بن منصوربن بہرام کوسج تمیمی مروزی(المتوفی ۲۵۱ھ)فرماتے ہیں:

قُلْتُ :أين يضعُ يمينه على شماله ؟ قَالَ :كلُّ هذا عندى واسعٌ .قُلْتُ : إذا وضع يمينَه على (شماله) أين (يضعهما) قَالَ :فوقَ السرةِ وتحته ، كل هذا واسع كلّ هذا ليس بذاك .قَالَ (إسحاق) : كما قال تحت السُّرَّة أقوى في الحديث وأقرب إلى التواضعِ (مسائل الإمام أحمد بن حنبل وابن راهويه ، ج ا ص ۱۳۹ ،مسئله نمبر ۲۱۱)

ترجمہ: میں نے کہا کہ اپنا دائیں ہاتھ بائیں ہاتھ پر کہاں رکھے گا؟ تو امام احمد نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس سب(یعنی ناف سے نیچے واوپر) کی گنجائش ہے، میں نے کہا اور جب اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے گا تو کس جگہ رکھے گا؟ تو امام احمد نے فرمایا کہ ناف سے اوپر اور نیچے، اس سب کی گنجائش ہے، اور کسی میں کوئی حرج نہیں، اسحاق بن راہویہ نے امام احمد بن حنبل کی طرح ناف کے نیچے رکھنے کو اقوی فی الحدیث اوراقرب الی التواضع فرمایا ہے۔

فائدہ: اسحاق بن راہویہ امام بخاری، امام احمد بن حنبل، اسحاق بن منصور کوسج اور دیگر متعدد ائمۂ حدیث کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں، اورثقہ، حافظ ومجتہد بھی ہیں۔

(ملاحظة هو:تقريب التهذيب ج ا ص ۷۸،تهذيب الكمال ج ۲ ص ۳۷۳وتهذيب التهذيب ج ا ص ۱۹۰)

لہٰذا حضرت اسحاق بن راہویہ کا ناف کے نیچے کی حدیث کو قوی تر اور تواضع کے زیادہ لائق قرار دینا ان کے نزدیک اس حدیث کے نقلاً وعقلاً معتبر ومستند ہونے کی دلیل ہے۔

فقہ حنبلی کے مشہور ترجمان علامہ ابنِ قدامۃ حنبلی رحمہ اللہ(المتوفی ۶۸۲ھ)فرماتے ہیں:

ويجعلهما تحت السرة لما روى عن علي أنه قال السنة وضع الكف على الكف في الصلاة تحت السرة رواه أبو داود وعنه فوق السرة وعنه أنه مخير (الكافي في فقه الإمام المبجل أحمد بن حنبل ،ج ا ص ۱۲۹)

ترجمہ: اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھ لے، بوجہ اس کے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نماز میں سنت ہتھیلی کا ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا ہے، اس کو

ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔اور امام احمد سے ایک روایت ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کی ہے، اور ایک روایت میں دونوں کا اختیار ہے (ترجمہ ختم)

نیز نماز کے افعال کی سنتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

النوع الثانی سنن الأفعال وهی اثنتان وعشرون (الیٰ ان قال) ...... **ووضع الیمنی علی الیسری وجعلهما تحت السرة** (الکافی فی فقه الإمام المبجل أحمد بن حنبل عبد الله بن قدامة المقدسی أبو محمد ج ا ص ۱۴۶)

ترجمہ: دوسری نوع نماز کے افعال کی سنتوں کے بیان میں ہے، اور وہ بائیس سنتیں ہیں (کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں) اور (ایک سنت) دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا، اور دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھنا ہے (ترجمہ ختم)

اور امام محیی الدین ابی زکریا یحییٰ بن شرف النووی شافعی (المتوفی ۶۷۶ھ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَيَجْعَلهُمَا تَحْت صَدْره فَوْق سُرَّته ، هَذَا مَذْهَبنَا الْمَشْهُور ، وَبِهِ قَالَ الْجُمْهُور ، وَقَالَ أَبُو حَنِيفَة وَسُفْيَان الثَّوْرِيّ وَإِسْحَاق بْن رَاهْوَيْهِ وَأَبُو إِسْحَاق الْمَرْوَزِيُّ مِنْ أَصْحَابنَا : يَجْعَلهُمَا تَحْت سُرَّته ، وَعَنْ عَلِيّ بْن أَبِي طَالِب رَضِيَ اللَّه عَنْهُ رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ ، وَعَنْ أَحْمَد رِوَايَتَانِ كَالْمَذْهَبَيْنِ ، وَرِوَايَة ثَالِثَة أَنَّهُ مُخَيَّر بَيْنهمَا وَلَا تَرْجِيح ، وَبِهَذَا قَالَ الْأَوْزَاعِيُّ وَابْن الْمُنْذِر ، وَعَنْ مَالِك رَحِمَهُ اللَّه رِوَايَتَانِ إِحْدَاهُمَا يَضَعهُمَا تَحْت صَدْره ، وَالثَّانِيَة يُرْسِلهُمَا وَلَا يَضَع إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى ، وَهَذِهِ رِوَايَة جُمْهُور أَصْحَابه وَهِيَ الْأَشْهَر عِنْدهمْ ، وَهِيَ مَذْهَب اللَّيْث بْن سَعْد ، وَعَنْ مَالِك رَحِمَهُ اللَّه أَيْضًا اِسْتِحْبَاب الْوَضْع فِي النَّفْل ، وَالْإِرْسَال فِي الْفَرْض ، وَهُوَ الَّذِي رَجَّحَهُ الْبَصْرِيُّونَ مِنْ أَصْحَابه (شرح النووی)

ترجمہ: اور دونوں ہاتھ اپنے سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر رکھ لے، ہمارا مشہور مذہب یہی ہے اور یہی قول جمہور (شوافع) کا ہے، اور امام ابوحنیفہ اور سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہ اور ہمارے فقہاء میں سے ابو اسحاق مروزی کا قول یہ ہے کہ دونوں ہاتھ ناف کے نیچے رکھے۔ اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے دونوں مذہبوں کی طرح دو روایتیں ہیں، اور امام احمد سے بھی دونوں مذہبوں کی طرح دو روایتیں ہیں، اور تیسری روایت یہ ہے کہ ان دونوں کے درمیان نمازی کو اختیار ہے، اور دونوں میں کوئی ترجیح نہیں ہے، اور یہی قول اوزاعی اور

ابنِ منذر کا ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ سے دو روایتیں ہیں، ایک روایت تو سینے کے نیچے رکھنے کی ہے، اور دوسری روایت ارسال کرنے اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر نہ رکھنے کی ہے اور یہی (ارسال کرنے اور ایک ہاتھ کو دوسرے پر نہ رکھنے کی) روایت امام مالک کے جمہور اصحاب کی ہے، اور ان کے نزدیک مشہور بھی یہی ہے، اور لیث بن سعد کا مذہب بھی یہی ہے۔

اور امام مالک رحمہ اللہ سے ایک روایت نفل نماز میں ہاتھ رکھنے اور فرض نماز میں ارسال کرنے (یعنی ہاتھ چھوڑے رکھنے) کی ہے، اور امام مالک کے بصرہ کے اصحاب نے اسی کو ترجیح دی ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ان عبارات سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مشہور مذہب سینے سے نیچے اور ناف کے اوپر ہاتھ رکھنے کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ان تمام مستند فقہاء کی عبارات سے معلوم ہوا کہ بعض صحابہ اور جلیلُ القدر تابعین سمیت فقہائے احناف اور مشہور روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور شوافع میں سے ابواسحاق مروزی ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

اور بعض فقہاء ناف سے اوپر اور سینے سے نیچے ہاتھ باندھنے کے قائل ہیں۔

اور مرد کے حق میں خاص سینے کے اوپر ہاتھ باندھنے کا چاروں فقہاء میں سے کوئی بھی قائل نہیں، بلکہ امام احمد ابنِ حنبل رحمہ اللہ سے تو سینہ پر ہاتھ باندھنے کا مکروہ ہونا منقول ہے۔

لہٰذا سوال میں بعض حضرات کا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے قول کو صرف حنفی حضرات کی طرف منسوب کرنا، اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی دیگر فقہاء کی طرف نسبت کرنا درست نہیں۔ [1]

اور اسی طرح سے یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا روایات سے ثابت نہیں۔

جیسا کہ آگے آنے والی تفصیل سے معلوم ہوگا۔

اب ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق روایات اور آثار ذکر کیے جاتے ہیں، جن سے ناف کے نیچے

---

[1] بلکہ متعدد حضرات نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ مرد کے حق میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا فقہائے اربعہ میں سے کسی کا مسلک نہیں، اور یہ خرقِ اجماع ہے، واللہ اعلم۔

(ملاحظہ ہو: بذل المجهود ج۲ ص ۲۵، باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلاة، مطبوعة، مكتبه قاسميه، ملتان، ومعارف السنن ج۲ ص ۴۳۶، باب ماجاء فى وضع اليمين على الشمال فى الصلاة، مطبوعة: المكتبة الرشيدية، كراتشى)

ہاتھ باندھنے پر فقہاء نے استدلال کیا ہے، تاکہ معلوم ہو کہ ناف سے نیچے ہاتھ باندھنے کی تحقیق احادیث وآثار کے خلاف نہیں ہے۔

(۱)...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، امام ابو یوسف رحمہ اللہ حضرت ابراہیم نخعی سے مرسلاً روایت فرماتے ہیں:

قال ثنا یوسف بن ابی یوسف عن ابیه عن ابی حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان رسول الله -صلی الله علیه وسلم- کان یعتمد بیده الیمنی علی یده الیسری فی الصلاۃ یتواضع بذلک لله تعالی (الآثار لابی یوسف، روایت نمبر ۳۳۲)

ترجمہ: ہم سے یوسف بن ابی یوسف نے اپنے والد ابو یوسف کی طرف سے حدیث بیان کی، انہوں نے امام ابوحنیفہ سے، اورانہوں نے ابراہیم نخعی سے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع (وعاجزی) اختیار کرتے ہوئے رکھ لیا کرتے تھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کے تمام راوی معتبر ہیں، البتہ حضرت ابراہیم نخعی اس حدیث کو مرسلاً روایت کیا ہے، لیکن حضرت ابراہیم نخعی کی مرسل حدیث کو محدثین نے قبول کیا ہے۔

لہٰذا مذکورہ حدیث کے مرسل ہونے میں کوئی حرج نہیں۔

(ملاحظہ ہو: التمهید لما فی الموطاء، درذیل مقدمة، جزء ۱ صفحه ۳۸،تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی،شرح علل الترمذی کاملا،جزء ۱ صفحه ۱۲۷،و قواعد فی علوم الحدیث، صفحه ۱۴۹، ۱۵۰)

اوراس بات میں کوئی شک نہیں کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا تواضع وعاجزی کے زیادہ قریب ہے، اور یہی وجہ ہے کہ اس روایت کے راوی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا مروی ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے)

اور ہمارے فقہائے کرام نے بھی مندرجہ بالا حدیث سے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے پر استدلال کیا ہے (جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ کے حوالے سے پہلے گزر چکا ہے)

(۲)...... مصنف ابنِ ابی شیبۃ میں روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ رَبِيعٍ ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، قَالَ : يَضَعُ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلاَةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (المصنف لابن ابی شیبة،وضع الیمین علی الشمال)

ترجمہ: ہم سے حضرت وکیع نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ربیع سے، اور انہوں نے

حضرت ابومعشر سے اور انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے کہ حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے (ترجمہ ختم)

فائدہ: اس روایت کے راوی معتبر ہیں، لہٰذا یہ روایت سند کے لحاظ سے درست ہے۔

(۳)......اور امام محمد رحمہ اللہ روایت فرماتے ہیں کہ:

أخبرنا الربيع بن صبيح ، عن أبى معشر ، عن إبراهيم النخعى أنه كان يضع يده اليمنى على يده اليسرى تحت السرة.

قال محمد :وبه نأخذ ، وهو قول أبى حنيفة (كتاب الآثار ص ۲۴، حديث نمبر ۱۲۱ ،باب الصلاة قاعدا والتعمد على شيئ او يصلى الى ستره)

ترجمہ: ہمیں ربیع بن صبیح نے خبر دی، انہوں نے ابومعشر سے روایت کیا، اور انہوں نے حضرت ابراہیم نخعی سے کہ حضرت ابراہیم نخعی اپنا داہنا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھتے تھے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

فائدہ: اس روایت کے تمام راوی قابلِ اعتبار ہیں، اور یہ روایت سند کے اعتبار سے حسن درجے سے کم کی نہیں ہے۔

(۴)......اور مصنف ابنِ ابی شیبۃ میں روایت ہے کہ:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ ، قَالَ :أَخْبَرَنَا حَجَّاجُ بْنُ حَسَّانَ ، قَالَ :سَمِعْتُ أَبَا مِجْلَزٍ أَوْ سَأَلْته ، قَالَ :قُلْت كَيْفَ يَصْنَعُ ؟ قَالَ :يَضَعُ بَاطِنَ كَفِّ يَمِينِهِ عَلَى ظَاهِرِ كَفِّ شِمَالِهِ وَيَجْعَلُهَا أَسْفَلَ مِنْ السُّرَّةِ (المصنف لابن ابى شيبة،وضع اليمين على الشمال)

ترجمہ: ہم سے یزید بن ہارون نے حدیث بیان کی (انہوں نے کہا کہ) ہمیں حجاج بن حسان نے خبر دی، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابومجلز سے سنا، یا ان سے سوال کیا، میں نے کہا کہ (نماز میں ہاتھ) کس طرح کرے گا؟

حضرت ابومجلز نے فرمایا کہ اپنی دائیں ہتھیلی کے اندرونی حصہ کو اپنے بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے گا، اور اس (ہاتھ) کو ناف کے نیچے کرے گا (ترجمہ ختم)

فائدہ: اور اس روایت کے تمام راوی مستند اور معتبر ہیں۔

اور حضرت ابومجلز جلیلُ القدر تابعی ہیں، جنہوں نے صحابۂ کرام کی صحبت اُٹھائی ہے، ظاہر ہے کہ انہوں نے

یہ عمل صحابۂ کرام کو دیکھ کر اور ان سے سُن کر ہی، بیان کیا ہے، خود اپنی عقل وقیاس سے نہیں فرمایا۔
اور ہمارے فقہاء کے نزدیک اُن کا یہ قول حجت رکھتا ہے۔

(ملاحظہ ہو:ترصیع الدرۃ علی درھم الصرۃ، ص ۸۹،مطبوعۃ، ادارۃ القرآن، کراتشی،اعلاء السنن ج۲ص ۱۹۲، باب وضع الیدین تحت السرۃ وکیفیۃ الوضع ،تقریب التھذیب، جزء۲ صفحہ ۲۹۴ ،تھذیب الکمال، درذیل رقم ۶۷۷۲، جزء۱۳، صفحہ ۱۷۶)

(۵)......مصنف ابنِ ابی شیبۃ میں روایت ہے:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ :رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلاةِ تحت السرة (المصنف لابن ابی شیبۃ، حدیث نمبر ۳۹۵۹، باب نمبر ۱۶۷، کتاب الصلاۃ، تحقیق وترقیم وتخریج: محمد عوامۃ؛ الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۲۸ھ .مطبوعۃ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، پاکستان)

ترجمہ: ہم سے وکیع نے بیان کیا، انہوں نے موسیٰ بن عمیر سے انہوں نے علقمۃ بن وائل بن حجر سے، انہوں نے اپنے والد حضرت وائل بن حجر سے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا ہوا تھا۔

فائدہ: یہ روایت سند کے لحاظ سے قوی ہے۔ [۱]

(۶)......ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ :

---

[۱] اگر شبہ کیا جائے کہ مؤمل بن اسماعیل نے جو حضرت وائل سے حدیث روایت کی ہے، اس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں۔ لہٰذا حضرت وائل کی وہ روایت حضرت وائل ہی کی اس حدیث کے متعارض ہے۔
اس کے جواب میں عرض ہے کہ مؤمل بن اسماعیل کی اُس روایت کو جس میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے الفاظ ہیں، متعدد محدثین نے غیر محفوظ اور ثقہ راویوں کے خلاف قرار دیا ہے۔
(ملاحظۃ ہو:فتح الملھم ج۲ص ۳۹،اعلاء السنن جلد۲ص ۱۹۵ ،معارف السنن، جلد۲ صفحہ ۴۳۷)
ملحوظ رہے کہ مصنف ابنِ ابی شیبۃ کے بعض نسخوں میں اس حدیث کے آخر میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ نہیں ہیں، لیکن بعض نسخوں میں یہ الفاظ موجود ہیں۔ چنانچہ مصنف ابنِ ابی شیبۃ کے محقق اور احادیث کے مخرج جناب شیخ محمد عوامۃ نے شیخ محمد عابد سندی اور شیخ محمد مرتضیٰ زبیدی کے نسخوں کے متعلقہ صفحات کا عکس بھی مصنف ابنِ ابی شیبۃ کی تیسری جلد کے شروع میں شائع کیا ہے، جن میں تحت السرۃ کے الفاظ کی زیادتی موجود ہے، اور ساتھ ہی انہوں نے محدث شیخ محمد ہاشم سندی کے تین نسخوں میں اس زیادتی کے مشاہدے کا ذکر کیا ہے
(ملاحظۃ ہو:المصنف لابن ابی شیبۃ، جلد۳، صفحہ ۳۲۰، ۳۲۱کتاب الصلاۃ، تحقیق وترقیم وتخریج: محمد عوامۃ؛ الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۲۸ھ.مطبوعۃ: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، پاکستان)
اور علامہ محدث شیخ محمد ہاشم سندی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ثبوت پر مدلل کلام فرمایا ہے۔
(ملاحظہ ہو:توصیع الدرۃ علی درھم الصرۃ، مشمولۃ درھم الصرۃ، صفحہ ۸۴،۸۵، ومعیار النقاد فی تمییز المغشوش عن الجیاد، مشمولۃ درھم الصرۃ صفحہ ۱۰۷، ۱۰۸)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ إِنَّ مِنَ السُّنَّةِ فِي الصَّلَاةِ وَضْعُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ تَحْتَ السُّرَّةِ (مسند احمد حديث نمبر ۸۳۳)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز میں (دائیں ہاتھ کی) ہتھیلی کو (بائیں ہاتھ کی) ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے (ترجمہ ختم)

فائدہ: ملحوظ رہے کہ متعدد محدثین کے بقول مسند احمد کی اکثر احادیث مقبول درجہ کی ہیں، اور جو اس میں ضعیف بھی ہیں، وہ شدید درجہ کی ضعیف نہیں، بلکہ حسن کے قریب درجہ کی ہیں۔

(ملاحظة هو: كشف الخفاء ومزيل الالباس عما اشتهر من الاحاديث على السنة الناس، جزء ۱ صفحه ۱۰)

اس حدیث کو امام ابوداؤد نے اور ابنِ ابی شیبہ نے، امام دارقطنی، امام منذر، امام طحاوی اور امام بیہقی نے بھی تھوڑی بہت سند اور الفاظ کے فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(۷)......حضرت ابووائل سے روایت ہے کہ:

قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَخْذُ الْأَكُفِّ عَلَى الْأَكُفِّ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ (ابوداؤد، حديث نمبر ۷۴۷)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہتھیلی کو ہتھیلی سے نماز میں پکڑنا ناف کے نیچے ہے

فائدہ: اس روایت کو امام بیہقی نے اپنی سنن میں، اور امام منذر نے الاوسط میں، اور امام طحاوی نے احکام القرآن میں بھی تھوڑے بہت الفاظ اور سند کے فرق کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ خود بھی مجتہد ہیں، اور ان کا کسی حدیث سے استدلال کرنا، ہمارے نزدیک اس حدیث کے معتبر ہونے کی دلیل ہے۔

(ملاحظة هو: قواعد فى علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ۱۹ ص ۵۸)

اور اس روایت کے ایک راوی عبدالرحمان بن اسحاق کو اگرچہ متعدد محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن بعض حضرات نے ان کو صالح الحدیث اور جائز الحدیث وغیرہ فرمایا ہے۔ [1]

پھر عبدالرحمٰن بن اسحاق کا ضعف کذب یا فسق یعنی ان کی عدمِ عدالت کے باعث نہیں، بلکہ زیادہ سے زیادہ

---

[1] چنانچہ امام بزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

صَالِحُ الْحَدِيثِ (مسند البزار، مسند على بن ابى طالب، تحت حديث رقم ۶۹۲)

اور دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وَقَدِ احْتُمِلَ حَدِيثُهُ (مسند البزار، مسند عثمان بن ابى العاص تحت حديث رقم ۲۳۲۴)

امام عجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضعيف جائز الحديث يكتب حديثه (معرفة الثقات ج ۲ ص ۷۲ تحت رقم ۱۰۱۸)

حفظ کے باعث ہے۔ کیونکہ عبدالرحمٰن بن اسحاق قرونِ ثلاثہ سے ہیں جن کو عدالت پر محمول کیا جائے گا۔

اور اس روایت میں عبدالرحمان بن اسحاق سے روایت کرنے والے اور جن سے یہ روایت کرتے ہیں، ان راویوں کے متعدد اور ایک دوسرے کے متابع شواہد موجود ہیں، نیز ثقہ راویوں کے ان سے روایت کرنے کے باعث بھی اس حدیث کا ضعف کافی حد تک دور ہو جاتا ہے۔

نیز اس روایت کے ساتھ جب حضرت وائل کی روایات (جو مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے ذکر کی گئی) اور ابومجلز اور ابراہیم نخعی کو ملایا جائے تو پھر اشتہاداً اس روایت کے قبول ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں۔

جبکہ ہمارے نزدیک اگر سرے سے یہ روایات نہ ہوتیں تب بھی حضرت ابومجلز و ابراہیم نخعی جیسے جلیل القدر تابعین کے آثار اقتداء و حجت کے لئے کافی تھے۔

اور جب کسی حدیث سے مجتہد استدلال کرے تو وہ حدیث اس کے نزدیک مقبول ہونے کی دلیل ہوتی ہے، بلکہ مجتہد کے اجتہاد سے حدیث کا ضعف بھی دور ہو جاتا ہے، اور متعدد مجتہدین نے حدیثِ علی و ابوہریرہ سے استدلال کیا ہے، اور یہ بات ممکن ہے کہ محدثین ایک روایت کو ضعیف کہیں مگر وہ حدیث مجتہد کے نزدیک ضعیف نہ ہو، ان تمام وجوہات کے پیش نظر حدیثِ علی و ابی ہریرہ کے قابلِ اشتہاد یا قابلِ استدلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس کے باوجود بھی بعض حضرات کا ہمارے فقہاء کے استدلال اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر اعتراض پر ڈٹے رہنا مکابرہ سے کم نہیں، اور تعصب و تحکمِ محض ہے۔

وان اللہ لا یحب المستکبرین

وَقَالَ بَعْضُهُمْ :تُوضَعَانِ تَحْتَ السُّرَّةِ وَمِمَّنْ قَالَ بِذَلِکَ مِنْهُمْ :أَبُو حَنِیفَةَ، وَأَبُو یُوسُفَ، وَمُحَمَّدٌ، وَرَوَوْا ذَلِکَ عَنْ عَلِیٍّ، وَأَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمَا حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ عُثْمَانَ، قَالَ :حَدَّثَنَا نُعَیْمٌ، قَالَ :حَدَّثَنَا حَفْصٌ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِیَادِ بْنِ زَیْدٍ، عَنْ أَبِی جحیفَةَ، عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ، قَالَ " :وَضْعُ الْیَمِینِ عَلَی الشِّمَالِ فِی الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ مِنَ السُّنَّةِ حَدَّثَنَا فَهْدٌ، قَالَ :حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ عَبْدِ الْحَمِیدِ، قَالَ :حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ زِیَادٍ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ سَیَّارٍ أَبِی الْحَکَمِ، عَنْ أَبِی وَائِلٍ، عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ " :مِنَ السُّنَّةِ أَنْ یَضَعَ الرَّجُلُ یَدَهُ الْیُمْنَی تَحْتَ السُّرَّةِ فِی الصَّلَاةِ "وَسَقَطَ مِنَ الْحَدِیثِ الْیَدُ الْیُسْرَی وَلَمَّا کَانَ فِی مَوْضِعِ وَضْعِ الْیَدَیْنِ مِنَ الِاخْتِلَافِ مَا ذَکَرْنَا، وَوَجَدْنَا التَّکْبِیرَ مِنَ النَّاسِ

بَعْضِهِمْ لِبَعْضٍ هُوَ وَضْعُ الْيَدَيْنِ عَلَى الصَّدْرِ، وَذٰلِكَ مَكْرُوهٌ، فَكَانَ أَوْلَى بِنَا أَنْ نَجْعَلَ الْمُبَاحَ لَنَا بِخِلَافِهِ(وبعد اسطر)وَهُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: تُوضَعُ تَحْتَ السُّرَّةِ، وَتَابَعَهُ عَلَى ذٰلِكَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَا جَمِيعًا :إِنَّ ذٰلِكَ مِنَ السُّنَّةِ، وَذٰلِكَ مِمَّا لَا يُوجَدُ مِنْ جِهَةِ الِاسْتِنْبَاطِ وَلَا مِنْ جِهَةِ الرَّأْيِ، فَيَكُونُ مَا رَوَى وَائِلٌ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذٰلِكَ أَوْلَى مِنْ قَوْلِهِمَا، وَلَكِنَّهُ إِنَّمَا يُوجَدُ مِنْ جِهَةِ التَّوْقِيفِ مِنَ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمَا عَلَى ذٰلِكَ، فَصَارَ مَا رَوَيْنَاهُ عَنْهُمَا ذٰلِكَ مُكَافِئًا لِمَا رَوَيْنَاهُ فِيهِ عَنْ وَائِلٍ، وَلَمَّا كَانَ الَّذِي رَوَاهُ وَائِلٌ فِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى اللّٰه عليه وسلم مَا يُوَافِقُ أَفْعَالَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ فِي صَلَاتِهِمْ، وَالَّذِي رَوَيْنَاهُ، عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ، مِمَّا لَا يَكُونُ مَأْخُوذًا عَنْ غَيْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخِلَافِ ذٰلِكَ كَانَ أَوْلَى مِمَّا رَوَى وَائِلٌ، لِأَنَّ الَّذِي كَانَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اتِّبَاعُ شَرِيعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَهُ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِمْ حَتَّى يُحْدِثَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ شَرِيعَةً مَا تَنْسَخُ ذٰلِكَ، فَصَحَّحْنَا الرِّوَايَتَيْنِ جَمِيعًا، فَجَعَلْنَا مَا رَوَى وَائِلُ بْنُ حُجْرٍ مِنْ ذٰلِكَ مُتَقَدِّمًا، وَمَا رُوِيَ عَنْ عَلِيٍّ، وَأَبِي هُرَيْرَةَ فِي ذٰلِكَ مُتَأَخِّرًا نَاسِخًا لِمَا كَانَ قَبْلَهُ (احکام القرآن للطحاوی، کتاب الصلاۃ، تأویل قولہ تعالی :"فصل لربک وانحر")

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان ۲۶/صفر المظفر /۱۴۳۰ھ

دارالافتاء والاصلاح، ادارہ غفران، راولپنڈی

بسلسلہ اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

ماہِ جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ

ماہِ جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ سے متعلق احکام، اور تاریخی واقعات اور چند سالانہ غیرشرعی وغیراسلامی رسمیں

مصنِّف: مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

کیا آپ جانتے ہیں؟ ترتیب: مفتی محمد یونس

دلچسپ معلومات، مفید تجزیات اور شرعی احکامات پر مشتمل سلسلہ

سوالات وجوابات

۱۴۲۴/۴/۵ھ بعد نماز جمعہ کے سوالات اور حضرت مدیر کی طرف سے ان کے جوابات

ان مضامین کو ریکارڈ کرنے کی خدمت مولانا محمد ناصر صاحب نے، ٹیپ سے نقل کرنے کی خدمت مولانا ابرار حسین ستی صاحب نے اور نظرِ ثانی، ترتیب وتخریج نیز عنوانات قائم کرنے کی خدمت مولانا مفتی محمد یونس صاحب نے انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ ان سب کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں......ادارہ

غیر محرم عورت کے جنازے کو کندھا دینا

سوال:......کیا غیر محرم عورت کے جنازے کو کندھا دے سکتے ہیں؟

جواب:......محرم اور نامحرم دونوں قسم کی عورتوں کے جنازے کو کندھا دینا جائز ہے، اسی طرح شوہر کے لیے بھی اپنی بیوی کے جنازے کو کندھا دینا جائز ہے، کیونکہ کندھا چارپائی کو دیا جاتا ہے نہ کہ براہِ راست خود اس میت کے جسم اور چارپائی کو کندھا دینے سے میت کو چھونا لازم نہیں آتا، ہاں اگر کسی جگہ میت کو ہاتھوں پر اٹھا کر لے جایا جا رہا ہو، تو الگ بات ہے، اور نامحرم عورت کو دیکھنا تو منع ہے، کیونکہ اس سے پردہ ہے، اسی طرح نامحرم عورت کو ہاتھ لگانا اور اس کے ساتھ تنہائی میں رہنا بھی منع ہے، لیکن جب ہاتھ بھی نہ لگایا جائے، دیکھا بھی نہ جائے، علیٰحدگی میں اس کے ساتھ بیٹھا بھی نہ جائے، تو فقط غیر محرم کے جنازہ کو کندھا دینے سے کوئی کام بھی خلافِ شریعت لازم نہیں آئے گا، کیونکہ جنازے کو جب لے جایا جاتا ہے تو انسان کا کندھا اس میت کے جسم سے نہیں لگتا، بلکہ وہ تو چارپائی کے ساتھ لگتا ہے، تو اس صورت میں نہ ہی عورت کے جسم کو دیکھنا پایا جاتا ہے، اور نہ ہی چھونا پایا جاتا ہے۔

لہٰذا نامحرم کے جنازہ کو کندھا دینے کے ناجائز ہونے کی بات عوام میں بالکل ہی غلط مشہور ہے، اس کا کوئی سر پیر ہے ہی نہیں، مگر بعض لوگوں میں تو اس قدر مشہور ہے کہ وہ شوہر تک کے لیے اس پابندی کو ضروری

سمجھتے ہیں کہ شوہر بھی اپنی بیوی کے جنازہ کو کندھا نہیں دے سکتا، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی عورت کا کوئی محرم ہی نہ ہو، مثلاً کوئی عورت فوت ہوئی ہو اور اس کی شادی ہی ابھی نہ ہوئی ہو، اور اس کا بھائی وغیرہ بھی کوئی نہ ہو اور ماں باپ بھی پہلے ہی فوت ہو چکے ہوں تو ایسی صورت میں کیا عورتیں اس کا جنازہ لے کر جائیں گی کیونکہ جب محرم کوئی ہے نہیں تو اگر نامحرم کو عورت کا جنازہ لے کر جانا جائز نہ ہوا تو عورتیں ہی جنازہ لے کر جانے کے لئے باقی رہ جاتی ہیں۔

اور یہ بات کہیں بھی آپ نے نہیں سنی ہوگی نہ کسی مستند کتاب میں مذکور ہے کہ جنازہ لے کر جانے کے لئے عورتوں کی ٹیم بھی ہونی چاہئے۔ اس لئے نامحرم عورت کا جنازہ مردوں کو لے کر جانا جائز ہے، اور اس کو کندھا دینا بھی جائز ہے۔

نامحرم عورت کے جنازہ کو کندھا دینا ایسا ہی ہے، جیسا کہ پہلے زمانے میں جب گاڑیاں تانگے وغیرہ نہیں ہوا کرتے تھے، تو سواری کے لئے ڈولیاں اور بہلیاں (یکے) ہوا کرتے تھے، اور ان کو کہار لے کر جایا کرتے تھے، وہ نامحرم ہی ہوتے تھے، اور صحابہ کرام کے دور میں بھی اس طرح کے واقعات ملتے ہیں کہ صحابیہ ڈولی میں بیٹھی اور صحابہ اس کو لے کر چلے اور اگر خاتون جس ڈولی میں بیٹھی ہو اس کو غیر محرم مرد کا اٹھانا ناجائز ہو تو پھر آجکل تانگے وغیرہ میں بیٹھنا بھی جائز نہ ہونا چاہئے، کیونکہ تانگے کو چلانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ ڈولی بہلی وغیرہ کو لے کر جانے والے۔

ہاں یہ بات منع ہے کہ نامحرم مرد اکیلی عورت (مثلاً اکیلی دلہن وغیرہ گاڑی میں بیٹھی ہوئی ہے، اور اس) کو لے کر جائے کیونکہ اس سے اجنبی مرد و عورت کی تنہائی لازم آئے گی، اور یہ جائز نہیں (کذا فی محمودیہ ج۹ ص۳۶)

شیعہ کے ساتھ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے کا حکم

سوال:...... ہمارے کالج میں باقاعدہ جماعت ہوتی ہے، اور نمازِ ظہر میں ہمارے ساتھ شیعہ حضرات بھی ہوتے ہیں، اس صورت میں ہماری نماز قبول ہوتی ہے یا نہیں؟

جواب:......نماز کو قبول تو اللہ تعالیٰ کرنے والے ہیں، لیکن شرعی مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی شیعہ کی اقتداء میں نماز ادا نہیں کی جا رہی، بلکہ امام تو صحیح العقیدہ شخص ہے، اور کوئی شیعہ مقتدی بن کر جماعت میں شامل ہے تو آپ کی نماز صحیح ہو جائے گی، بشرطیکہ آپ اپنی نماز کی ساری شرائط پوری کریں (خیر الفتاویٰ ج ۲ ص۳۳۳)

کچھ قرآن پاک حفظ کیا ہو تو اس کو یاد رکھنا بھی ضروری ہے

سوال:......اگر کوئی شخص مثلاً پانچ یا آٹھ پارے حفظ کرلے پھر بھول جائے اور اس کے بعد کام پر لگ جائے، دن میں ایک سپارے کی تلاوت کرے، تو اسے قیامت کے دن بھولنے کا عذاب ہوگا یا نہیں؟

جواب:...... جتنا قرآن مجید حفظ کیا ہے، اتنا یاد رکھنا چاہئے، مثلاً پانچ یا آٹھ پارے اگر حفظ کیے ہیں، تو ان کو ہی پڑھتا رہے، اور اتنا پڑھتا رہے کہ جتنا پڑھنے سے بھول نہ ہو، چونکہ ہر ایک کا حافظہ مختلف ہوتا ہے، بعض ایسے ہوتے ہیں، کہ اگر روزانہ تلاوت نہ کریں تو بھول جاتے ہیں، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ اگر چند دن وقفہ بھی ڈال دیں تو پھر بھی نہیں بھولتے، جس طرح سے حفظ کیا ہے، اسی طرح اس کو یاد بھی رکھے، اور بھولنے نہ دے اور روزمرہ تلاوت کو اپنا معمول (Routine) بنائے پھر گناہ گار نہیں ہوگا، جتنا قرآن مجید بھی یاد کیا ہوتا ہے، اس کو یاد رکھنا ضروری ہوجاتا ہے، چاہے پورا یاد کیا ہو یا ادھورا یاد کیا ہو، حتی کہ اگر کسی نے کوئی ایک سورت بھی یاد کرلی ہو تو اس کو بھی یاد رکھنا ضروری ہوجاتا ہے (فتاوی محمودیہ ج۳ ص۵۱۵ وص۵۱۷)

اس دوران مجمع میں سے ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا اس کی فضیلت کیا حافظ جیسی ہوگی؟

تو فرمایا کہ اس کو حافظ جیسی فضیلت تو حاصل نہیں ہوگی، اس لئے کہ جیسے کروڑ پتی، لکھ پتی اور سینکڑوں روپے والوں میں فرق ہوتا ہے، تو اسی طرح یہاں بھی فرق ہوگا، چنانچہ یہاں پر ایک کو بہت زیادہ نعمت و دولت حاصل ہے، جبکہ دوسرے کو تھوڑی نعمت یا دولت حاصل ہے، اگر کوئی یہ چاہے کہ میرے پاس لاکھ روپے ہوں مگر مجھے کروڑ پتی قرار دیا جائے، ظاہر ہے کہ اس کا یہ کہنا صحیح نہیں ہوگا، کروڑ پتی تو تب ہی قرار دیا جاسکتا ہے، جبکہ اسکے پاس کروڑوں روپے ہوں، ہاں اس کو لکھ پتی قرار دیا جاسکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی چاہے کہ میں آدھا قرآن مجید حفظ کروں اور مجھے پورا قرآن حفظ کرنے کا درجہ ومقام مل جائے، تو یہ نہیں ہوسکتا، البتہ جتنا حفظ کیا ہے اتنے کے فضائل پالے گا، جیسے اگر کوئی آدھی روٹی کھائے تو اس کو آدھی روٹی کا فائدہ ملے گا، اور اگر پوری کھائے تو پوری کا فائدہ ملے گا، یہ نہیں، کہ اگر پوری نہیں کھائے گا، تو ادھوری کا فائدہ بھی نہیں ملے گا، اگر کسی کی بھوک ایک روٹی سے مٹتی ہے تو آدھی روٹی بھی اس کو کچھ نہ کچھ تو کام دیتی ہی ہے، کیونکہ آدھی روٹی ایک روٹی کا آدھا ہے، اسی طرح جس نے پندرہ یا اس سے بھی کم پارے حفظ کئے ہوں تو اس کو اتنی ہی فضیلت حاصل ہوگی، پوری فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔

البتہ اللہ تعالیٰ بعض اوقات بندہ کی نیت اور حیثیت کے مطابق بھی اجر وانعام عطا فرمادیتے ہیں، مگر وہ تفضیلی انعام ہے، ضابطہ نہیں۔

عبرت کدہ ﴿اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُوْلِی الْاَبْصَارِ﴾ ابوجویریہ

عبرت وبصیرت آمیز حیران کن کائناتی تاریخی اور شخصی حقائق

حضرت اسماعیل علیہ السلام (قسط۱۴)

بیت اللہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام کی دعا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھِمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ . رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا. اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورہ بقرہ آیت نمبر۱۲۷)

ترجمہ: (اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے) جبکہ اٹھا رہے تھے ابراہیم (علیہ السلام) دیواریں خانہ کعبہ کی اور (ان کے ساتھ) اسماعیل (علیہ السلام) بھی (اور یہ بھی کہتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار (یہ خدمت) ہم سے قبول فرمایئے، بلاشبہ آپ خوب سننے والے، جاننے والے ہیں (ہماری دعا کو سنتے ہیں، ہماری نیتوں کو جانتے ہیں)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ملکِ شام کے ہرے بھرے، خوش منظر مقام کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ کے خشک پہاڑوں کے درمیان اپنے اہل وعیال کو لاڈالا، اور بیت اللہ کی تعمیر میں اپنی پوری توانائی خرچ کی، یہ موقع ایسا تھا کہ ایسے مجاہدے کرنے والے کے دل میں عُجب پیدا ہوتا تو وہ اپنے عمل کو بہت قابلِ قدر سمجھتا۔

لیکن یہاں حضرت خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام ہیں، اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والے ہیں کہ کسی انسان سے اللہ تعالیٰ کی شایانِ شان عبادت واطاعت ممکن نہیں، ہر شخص اپنی قوت وہمت کی مقدار سے کام کرتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ کوئی بھی بڑے سے بڑا عمل کرے، تو اس پر ناز نہ کرے، بلکہ الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرے کہ میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہوجائے۔

جیسا کہ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے عمل کے متعلق یہ دعا فرمائی کہ:

اے ہمارے پروردگار آپ ہمارے اس عمل کو قبول فرمالیں، کیونکہ آپ تو سننے والے اور

جاننے والے ہیں، ہماری دعا کو سنتے ہیں اور ہماری نیتوں کو جانتے ہیں۔

(معارف القرآن عثمانی بتغیر ج ا ص ۳۲۸، ۳۲۹)

یہاں ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے اپنی دعا میں ''تَقَبَّلْ'' کا لفظ استعمال فرمایا ''قبول'' استعمال نہیں فرمایا۔

اس میں بھی حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی حد درجہ تواضع اور عاجزی ظاہر ہوتی ہے، کیونکہ قبول اور تقبل میں یہ فرق ہے کہ جو چیز پذیرائی کے قابل اور اہمیت کی حامل ہو، وہاں لفظِ ''قبول'' استعمال کرتے ہیں، اور جو چیز ناقص و اہمیت کی حامل نہ ہو اور پذیرائی کے قابل نہ ہو وہاں لفظِ ''تَقَبَّلْ'' استعمال کرتے ہیں۔

یہاں پر دعا میں لفظِ ''تَقَبَّلْ'' استعمال فرما کر اس طرف اشارہ ہے کہ ہمارا عمل اس قابل نہیں کہ مقبول ہو، لیکن اگر اے اللہ آپ کے لطف و عنایت اور فضل و کرم سے قبول ہو جائے تو یہ محض تیرا کرم ہے۔ ؎

گرچہ یہ ہدیہ نہ میرا قابلِ منظور ہے ‏ ‏ ‏ ‏ پر جو ہو مقبول، کیا رحمت سے تیری دور ہے؟

اور اگر بالفرض کوئی عمل قابلِ قبول بھی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا قبول کرنا واجب نہیں، اور قبولیت کے لئے مستقل درخواست چاہئے۔

اس طرح یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہی عبادت اور خدمت مقبول ہے جس کو کرنے والا دل و جان سے قابلِ قبول نہ سمجھے، اور کرنے والے کی نظر اپنے عمل پر نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور فضل پر ہو (معارف القرآن کاندھلوی بتغیر ج ا ص ۲۸۷)

اس کے بعد حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دعا کا باقی حصہ اس طرح ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۲۸)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار اور (ہم دونوں یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ) ہم کو اپنا اور زیادہ مطیع بنا لیجئے، اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی جماعت پیدا کیجئے جو آپ کی مطیع ہو اور (نیز) ہم کو ہمارے حج (وغیرہ) کے احکام بھی بتلا دیجئے، اور ہمارے حال پر (مہربانی کے ساتھ) توجہ رکھئے، اور فی الحقیقت آپ ہی ہیں توجہ فرمانے والے، مہربانی کرنے والے۔

یہ دعا بھی حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی اللہ تعالیٰ کی معرفت اور خشیت ہی کا نتیجہ ہے، جو آپ کو حاصل تھی، کہ اطاعت و فرمانبرداری کے بے مثال کارنامے بجالانے کے بعد بھی یہ دعا کرتے ہیں کہ ہم

دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا لیجئے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جتنی کسی کو اللہ تعالیٰ کی معرفت بڑھتی جاتی ہے، اتنا ہی اس کا یہ احساس بڑھتا جاتا ہے کہ ہم حقِ وفاداری اور حقِ فرمانبرداری پورا ادا نہیں کررہے۔

''وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَآ ''اس دعا میں بھی اپنی اولاد کو شریک فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ والے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور اولاد کی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے، ان کو اپنی اولاد سے کس قدر محبت ہوتی ہے، مگر اس محبت کے صحیح تقاضوں کو پورا کرتے ہیں، جہاں تک عوام کی رسائی نہیں۔

عوام تو اولاد کی صرف جسمانی صحت وراحت کو جانتے ہیں، ان کی ساری شفقت وراحت اسی کے گرد گھومتی ہے، مگر اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے جسمانی ودنیوی کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے زیادہ روحانی واخروی راحت کی فکر کرتے ہیں، اس لئے دعا فرمائی کہ میری اولاد میں سے ایک جماعت کو پورا فرمانبردار بنا دیجئے اپنی اولاد کے لئے دعا میں ایک حکمت اور بھی ہے کہ تجربہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جو لوگ قوم میں بڑے مانے جاتے ہیں، ان کی اولاد اگر ان کے راستہ پر قائم رہے تو عوام میں ان کی مقبولیت فطری ہوتی ہے، ان کی صلاحیت اصلاحِ عوام کا ذریعہ بنتی ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا بھی قبول ہوئی کہ آپ کی اولاد میں ہمیشہ ایسے لوگ موجود رہے جو دینِ حق پر قائم اور اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے تھے، ایامِ جاہلیت میں جبکہ پوری دنیا خصوصاً عرب کو شرک وبت پرستی نے گھیر لیا تھا، اس وقت اولادِ ابراہیم میں کچھ لوگ عقیدۂ توحید وآخرت کے سچے معتقد اور اطاعت شعار رہے ہیں، جیسے جاہلیت میں زید بن عمرو بن نفیل اور قُسّ بن ساعدہ تھے، رسول اللہ ﷺ کے جدِ امجد عبدالمطلب بن ہاشم کے متعلق بھی یہی روایت ہے کہ وہ شرک وبت پرستی سے بیزار تھے۔

'' وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا ''مناسک منسک کی جمع ہے، اعمالِ حج کو بھی مناسک کہا جاتا ہے، اور مقاماتِ حج، عرفہ، منیٰ اور مزدلفہ کو بھی، یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں۔

اور دعا کا حاصل یہ ہے کہ ہمیں اعمالِ حج اور مقاماتِ حج پوری طرح سمجھا دیجئے۔

اسی لئے ''اَرِنَــــا ''استعمال فرمایا، جس کے معنیٰ ہیں کہ ''ہمیں دکھلا دیجئے'' یہ دیکھنا آنکھوں سے بھی ہوسکتا ہے اور دل سے بھی (اور دل کا دیکھنا، جان لینا، سمجھ لینا ہے)

چنانچہ مقاماتِ حج کو بذریعہ حضرت جبریل علیہ السلام دکھلا کر متعین کردیا گیا، اور احکامِ حج کی واضح تلقین وتعلیم بھی فرمادی گئی (معارف القرآن عثمانی بتغیر ج۱ص ۳۲۸،۳۲۹) (جاری ہے............)

طب و صحت حکیم محمد فیضان

شہد (Honey)

شہد کو ہم سب بخوبی جانتے ہیں، اور بہت شوق سے کھاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تبارک تعالیٰ نے خصوصی طور پر ایک صورت شہد کی مکھی کے نام پر نازل فرمائی ہے، جس میں شہد کے بارے میں اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ (سورہ نحل آیت نمبر ۶۹)

ان کے پیٹوں سے مختلف رنگ کی رطوبتیں نکلتی ہیں جن میں لوگوں کیلئے شفاء رکھی گئی ہے۔

احادیث مبارکہ میں شہد سے متعلق متعدد روایتیں ہیں جن میں شہد کی فضیلت اور اس کے طبی فوائد بیان کئے گئے ہیں ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد چاٹ لیا کرے گا، اسے کوئی بڑی بیماری لاحق نہ ہوگی (مشکوٰۃ)

ایک روایت میں آپ ﷺ نے شہد کو خود بھی پسند فرمایا اور صحابہ کرام کو بھی شہد کھانے کا حکم فرمایا۔ عہد نبوی میں صحابہ کرام پھوڑوں اور زخموں کا علاج شہد ہی سے کیا کرتے تھے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص (نامعلوم) آنحضرت ﷺ کے پاس آیا کہنے لگا کہ میرے بھائی کا پیٹ خراب ہوگیا ہے (دست آرہے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا اس کو شہد پلا دے، وہ پھر آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ شہد پلانے سے تو دست اور بڑھ گئے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا شہد پلا، (تیسری بار) پھر آیا اور کہنے لگا میں نے شہد پلایا (مگر فائدہ نہ ہوا) آپ ﷺ نے فرمایا اللہ سچا ہے (جو فرماتا ہے شہد میں شفا ہے) اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا (جس کو دوا فائدہ نہیں دیتی) اور شہد پلا اس نے پلایا وہ اچھا ہوگیا (بخاری شریف، جلد سوم)

چنانچہ ایک اور جگہ ارشاد ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آنحضرت ﷺ کو شیرنی (میٹھی چیز) اور شہد بہت پسند تھا (بخاری شریف، جلد دوم)

ایک روایت میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزوں میں شفا ہے ایک تو پچھنے لگانے میں، دوسرے شہد پینے میں، تیسرے آگ سے داغ دینے میں اور میں اپنی امت کو داغ دینے سے منع کرتا ہوں (بخاری شریف، جلد دوم)

ایک موقع پر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تمھارے لئے شفا کے دو مظہر ہیں شہد اور قرآن۔

ایک اور روایت میں آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا شہد میں موت کے علاوہ ہر بیماری کا علاج ہے۔

آج کل شہد کو تجارتی پیمانہ پر تیار کر کے فروخت کیا جا رہا ہے، ہمارے یہاں بھی جگہ جگہ اس کے فارم لگائے جا رہے ہیں۔ دنیا کی مارکیٹ میں اس وقت شہد پیدا کرنے والے بڑے ممالک میں چین، امریکہ، روس، جرمنی، آسٹریلیا، کینیڈا اور میکسیکو شامل ہیں۔

عربی زبان میں شہد کو عسل، شوص۔ فارسی میں شہدان، شہد، انگبیں۔

ہندی میں سہت۔ سندھی میں ماکھی، ماچھک۔ بنگالی زبان میں مودھو۔ گجراتی میں مدھ۔ کشمیری میں مہچ۔ پشتو میں گبین۔ پنجابی میں ماکھیوں، شہد۔ سنسکرت میں ماکشک، مدھو، پشپ رساہویہ، مادھویک، مکرند رس، وغیرہ کئی ناموں سے پکارا جاتا ہے اور انگریزی زبان میں شہد کو ہنی (Honey) کہتے ہیں۔

شہد کی اقسام: شہد کی دو اقسام ہیں پہلی قسم کا شہد ہلکا زردی مائل، شفاف، پتلا اور نہایت میٹھا ہوتا ہے۔ یہ شہد چھوٹی مکھیوں سے حاصل کیا جاتا ہے، یہ افادیت کے اعتبار سے زیادہ بہتر مانا جاتا ہے جبکہ دوسری قسم کا شہد بادامی رنگ کا اور قدرے گاڑھا ہوتا ہے، اس کے ذائقے میں ہلکی سی تیزی ہوتی ہے۔ شہد کے ذائقہ کا انحصار زیادہ تر ان پھولوں پر ہوتا ہے جن سے مکھیاں رس چوستی ہیں، اسی لئے بیری اور دیگر ذائقے ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، اور خاصیت میں بھی فرق آجاتا ہے۔ پہاڑوں اور درختوں سے حاصل کیا جانے والا شہد، میدانوں سے حاصل کئے جانے والے شہد سے بہتر ہوتا ہے۔

کہتے ہیں کہ سب سے بہترین شہد فصل ربیع کا ہوتا ہے، اس کے بعد موسم گرما کا پھر موسم سرما کا شہد بہتر ہوتا ہے

خالص شہد کی پہچان: شہد کے چند قطرے اسپرٹ میں ڈالیں، اگر شہد نیچے پیندے میں بیٹھ جائے تو سمجھ لیں کہ شہد اصلی ہے۔ اس کے علاوہ اسے کسی برتن میں ڈالیں یہاں تک کہ تار بن جائے، اگر تار نہ بنے اور یہ تار ٹوٹ جائے تو شہد اصلی نہیں ہوگا۔

مزاج: اطبا کے نزدیک شہد کا مزاج گرم دوسرے درجہ میں اور خشک پہلے درجہ میں ہے اگر ایک سال پرانا ہو جائے تو گرم تیسرے درجہ میں اور خشک دوسرے درجہ میں ہے۔ شہد کی مقدار خوراک بچوں کے لئے چار ماشہ، لڑکوں کے لئے آٹھ ماشہ، جوانوں لئے ایک تولہ، بوڑھوں کے لئے سوا تولہ ٹھیک ہے (مصلح آب لیموں، سرکہ و ترشیاں)

شہد کے چند فوائد اور خواص: آیورویدک اور طب یونانی میں شہد کو تمام بیماریوں کے علاج میں اکسیر قرار دیا گیا ہے، شہد کے استعمال سے جسم کا رنگ نکھرتا ہے، یہ عقل میں اضافہ کرتا ہے۔

جدید تحقیق سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ شہد میں واقعی شفا ہے، کینیڈا میں کی گئی تحقیق کے مطابق شہد اور دار چینی کے مرکبات سے بہت ساری بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ ایک کپ گرم پانی میں ایک چمچ شہد اور ایک چمچ دار چینی کا سفوف ملا کر روزانہ سونے سے پہلے اور صبح نہار منہ استعمال کرنے سے وزن میں خاطر خواہ کمی آجاتی ہے، اس نسخہ کو متواتر تین ماہ استعمال کرنا چاہئے، شہد اور دار چینی کا پیسٹ بنا کر روزانہ روٹی یا ڈبل روٹی پر لگا کر استعمال کرنے سے کولسٹرول کم ہوتا ہے بلکہ دل کی بیماریوں سے بھی حفاظت ہوتی ہے۔ تحقیق کے مطابق شہد اور دار چینی کے پیسٹ کے روزانہ استعمال سے دوران خون میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

اسی طرح دو چمچ شہد اور تین چمچ سفوف دار چینی کو ایک کپ چائے کے قہوے میں ڈال کر روزانہ استعمال کرنے سے کولسٹرول کے لیول میں کافی کمی ہوجاتی ہے۔

برطانیہ کے ایک طبی رسالے لینسٹ میں ڈاکٹر جی ڈبلیو تھامس لکھتے ہیں کہ نمونیا کے ایک مریض پر جراثیم کش ادویات کا اثر نہیں ہورہا تھا، اسے ایک ہفتے میں ایک کلو شہد پلایا گیا جس سے بخار بھی ٹوٹ گیا اور مریض کو بعد میں بھی کوئی پیچیدگی نہیں ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہترین جراثیم کش ہے اور قوت مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔

ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ انہوں نے اسے قلب کی بیماریوں میں بھی مفید پایا ہے۔ شہد چونکہ دافع یورک ایسڈ ہے اس لئے وجع المفاصل یعنی جوڑوں کے درد کے لئے ایک مستند دوا ہے شہد کے استعمال سے یورک ایسڈ بذریعہ پیشاب جسم سے اخراج پاجاتا ہے اور جوڑوں کے درد کو آرام آجاتا ہے۔ یورک ایسڈ جسمانی کمزوریوں کی بنا پر جسم میں جہاں بھی جوڑ ہوتے ہیں قیام کر جاتا ہے، جو بعد ازاں جم جانے کی وجہ سے درد کا باعث بنتا ہے۔

شہد کے استعمال سے یہ جما ہوا یورک ایسڈ نرم ہوکر بذریعہ پیشاب تحلیل ہونا شروع ہوجاتا ہے اور طبی طور پر جوڑوں کے درد کے لئے مفید وہی دوا ہوگی جو جسم سے یورک ایسڈ کو خارج کرے، شہد بذریعہ پسینہ اور پیشاب یورک ایسڈ کو جسم سے خارج کردیتا ہے اس لئے قدرتی طور پر اور طبی طور پر شہد جوڑوں کے

درد کے لئے اکسیرو بے نظیر ہے......اسی طرح اب جرمن میں شہد کے ٹیکے بھی تیار کئے گئے ہیں جو جوڑوں میں تکلیف کے وقت وریدوں میں لگائے جاتے ہیں۔

اگر جوڑ سوج گئے ہوں یا جوڑوں کی ہڈیاں گل رہی ہوں تو یہ ٹیکہ جوڑوں کے اندر لگایا جاتا ہے،اسی طرح سرطان کے مرض میں بھی شہد مفید ثابت ہوتا ہے،اس پر تحقیقات کی جارہی ہیں،شہد پیشاب آور ہے،اور یہ حیض جاری کرتا ہے اس کے استعمال سے دودہ میں اضافہ ہوتا ہے......شہد کے استعمال سے جگر کو قوت ملتی ہے اور گردہ مثانہ کی پتھری ریزہ ریزہ ہوکر نکل جاتی ہے۔پیٹ بڑھ جانے اور استسقاء کی بیماری میں شہد ایک لا جواب دوائی ہے 20 گرام شہد تین گنا پانی میں ملا کر کافی دن پینے سے پیٹ کا پانی نکل جاتا ہے۔

دمہ کے مریضوں میں سانس کی گھٹن دور کرنے کے لئے ابلتے ہوئے پانی میں شہد ایک چمچ ملا کر بار بار پینے سے دورے میں کمی آتی ہے......سوتے وقت نیم گرم دودھ میں شہد ایک چمچ ملا کر استعمال کرنے سے قبض کی شکایت رفع ہوجاتی ہے،زیتون کے تیل اور شہد میں لیموں کا رس ملا کر پینا گردے کی پتھری میں مفید ہے،ادرک کا رس اور شہد ہموزن ملا کر ایک ایک چمچ دن میں تین چار بار استعمال کرنے سے بدہضمی اور کھانسی دور ہوجاتی ہے۔

قوت باہ کے لئے: قوت باہ اور خزانۂ منی میں اضافہ کے لئے شہد خالص 750 گرام آب پیاز 250 گرام دونوں کو مٹی کی ہنڈیا میں نرم آنچ پر پکائیں جب پانی خشک ہوکر صرف شہد رہ جائے تو محفوظ کرلیں صبح وشام 10-10 گرام چاٹ لیا کریں......بورۂ ارمنی اور ہینگ پیس کر شہد میں گھونٹ لیں (مکس کرلیں) اور بعدازاں عضو خاص،پیٹ پر اور پاؤں کے تلوؤں پر لگائیں شہوت جاگ اٹھے۔

بھینس کے گرم دودھ میں ملا کر پی لیا کریں عام جسمانی قوت اور طاقت بڑھانے کے لئے بے حد مفید ہے،سرد مزاج عمر رسیدہ افراد میں شہد کے استعمال سے جوانی از سر نو انگڑائیاں لینے لگتی ہے......غسل کے بعد شہد کو عضؤ تناسل پر بار بار لیپ کرنے سے عضؤ تناسل فربہ ہوتا ہے......تریاق زہر کے طور پر شہد زیرے کے پانی میں ملا کر دینے سے زہریلے اثرات زائل ہوجاتے ہیں......یہی زیرے والا پانی دیوانے کتے کے کاٹے کے علاج میں بھی مفید ہے۔

آدھے سر کے درد کے لئے: سر درد کے وقت مخالف طرف کے نتھنے میں ایک بوند شہد ڈال دیں،اس کے ڈالتے ہی انشاءاللہ آرام محسوس ہوگا۔

نزلہ کے لئے: شہد کے 2 چھوٹے چمچے آدھے لیموں کے رس کے ساتھ دن میں 4 بار لے لیا کریں،گرم

Idara Ghufran

پانی کے ایک گلاس میں 1 بڑا چمچہ شہد اور 1 چمچہ ادرک کا رس خوب ملا کر دن میں تین چار مرتبہ پی لیں،شہد 2 تولہ ادرک کا رس 6 ماشہ ملا کر چٹانے سے سردی سے ہونے والے نزلہ زکام کو بہت جلد فائدہ ہوتا ہے۔

بچوں کی بیماریاں: ایک یورپی رپورٹ کے مطابق جن ممالک میں بچوں کی شرح صحت بہتر ہے، وہاں شہد کا استعمال زیادہ ہے،ان ممالک میں بیمار اور لاغر بچوں کو ادویات کی بجائے شہد استعمال کرایا جاتا ہے،جس سے وہ چست وتوانا ہوجاتے ہیں،کیونکہ شہد بہترین جراثیم کش ہے اور اس میں لوہا،تانبا سمیت متعدد معدنی اجزاء شامل ہیں جو خون کے سرخ ذرات میں اضافہ کرتے ہیں جس سے بچوں میں غذائی قلت پیدا نہیں ہوتی،دانت نکالنے کی عمر میں بچوں کے مسوڑھوں پرورم ہوجاتا ہے،شہد میں سہاگہ ملا کر مسوڑھوں پر لگانے سے یہ سوجن کم ہوجاتی ہے اور دانت آسانی سے نکل جاتے ہیں،بچوں کی کھانسی کے لئے شہد کو قدرے نمک میں ملا کر آگ پر رکھیں جب شہد پھٹ جائے، صاف پانی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا پلائیں بے حد مفید ہے،پیٹ درد کے لئے خالص شہد 1 تولہ عرق گلاب،عرق سونف،عرق پودینہ ہر ایک 2 تولہ شہد کو اچھی طرح تینوں عرق ملا کر دن میں تین چار مرتبہ بچہ کو دیں۔اگر بچہ کو ہچکی آرہی ہو اور خود بخود بند نہ ہو تو تھوڑا سا شہد چٹا دیں ہچکی چلی جائیگی۔

اگر بچہ سوتے میں ڈرتا ہو تو سمجھ لیں کہ بدہضمی سے خواب دیکھ کر ڈرتا ہے۔آپ اسے چند روز شہد چٹائیں آرام ہوگا،آگ سے جلنے کی جگہ پر جتنا جلد ممکن ہو شہد کا لیپ کرلیں،ان شاء اللہ تعالیٰ نہ چھالا اٹھے گا،نہ زخم ہوگا۔

شہد جن دواؤں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے ان میں فوری نفوذ کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔

100 گرام شہد میں پائے جانے والے چند اجزاء مندرجہ ذیل ہیں۔

غذائیت | | نمکیات |

غذائیت		نمکیات	
نمی	۲۰فی صدی	کیلشیم	۵ملی گرام
پروٹین	۳.فی صدی	فاسفورس	۱۶ملی گرام
نشاستہ	۷۹.۵	لوہا	.۹
طاقت	۳۱۹ کیلوری	وٹامن سی	۴ ملی گرام

Emale:faizankhanthanvi@hotmal.com

اخبارادارہ مولانا محمد امجد حسین

ادارہ کے شب وروز

☐......جمعہ۳/۱۰/۱۷/۲۴/صفر کو مساجد ثلاثہ میں وعظ ومسائل کی نشستیں منعقد ہوئیں۔

☐......اتوار۲۷/محرم۱۲/۱۹/۲۶/صفر بعد عصر ہفتہ وار اصلاحی مجلس ملفوظات منعقد ہوتی رہیں۔

☐......یکم صفر بروز بدھ مفتی عبدالکریم عثمان صاحب (ریسرچ سکالر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد) دارالافتاء تشریف لائے حضرت مدیر دامت برکاتہم سے ملاقات اور مجالست ہوئی۔

☐......۴/صفر بروز ہفتہ شعبہ کتب کے سہ ماہی امتحانات کا آغاز ہوا جو بدھ ۸صفر تک جاری رہے۔

☐......۵/صفر بروز اتوار قرآنی شعبہ جات (ناظرہ وقاعدہ بنین وبنات ۸ جماعتوں کے سہ ماہی امتحانات ہوئے، ممتحنین جناب قاری حبیب اللہ صاحب (بنات) مولوی ابرار صاحب اور مولوی ناصر صاحب (بنین) تھے۔

☐......۷/صفر منگل حکیم قاری محمد یونس صاحب علیہ الرحمۃ کا انتقال پر ملال ہوا، ختمِ نبوت کے محاذ کے آپ پرانے سپاہی اور نظریاتی کارکن تھے، دواخانہ ختم نبوت کی سبز بلڈنگ سے مدۃ العمر صحت وشفاء کا فیض بانٹتے رہے، اور علاج معالجہ کی صورت میں خدمت خلق میں مشغول رہے اللہ تعالیٰ اس سبز بلڈنگ کو آپ کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور آپ کے نائبین کے ذریعہ آپ کے طبی فیض کو جاری رکھے۔

☐......۷/صفر المظفر منگل حکیم قاری محمد یونس صاحب کے جنازے پر بعد بوقتِ عصر حضرت مدیر صاحب تشریف لے گئے۔

☐......۸/صفر بدھ شعبہ حفظ کا سہ ماہی امتحان ہوا ممتحن جناب قاری زاہد صاحب زید مجدہ (مسجد خلفائے راشدین ٹیپو روڈ) تھے۔

☐......۹/صفر جمعرات شعبہ تعلیم کی سب جماعتوں میں تعطیل رہی، اسی روز مولانا عبدالسلام صاحب ناظم التبلیغ نشر واشاعت کے سلسلہ میں اکوڑہ خٹک، پشاور، ایبٹ آباد کے سفر پر گئے۔

☐......۱۱/صفر ہفتہ ادارہ کی نچلی منزل میں سفیدی کا کام شروع ہوا جو ہفتہ عشرہ تک جاری رہا۔

☐......۲۵/صفر المظفر ہفتہ جناب ساجد صاحب کے والد مرحوم کا نمازِ جنازہ حضرت مدیر صاحب نے پڑھایا۔

Idara Ghufran

اخبارِ عالم

ابرار حسین ستی

دنیا میں وجود پذیر ہونے والے اہم و مفید حالات و واقعات، حادثات و تغیرات

23 جنوری 2009ء بمطابق 25 محرم الحرام 1430ھ: پاکستان: اسلام آباد ایک ہی تھانے میں دس سال سے تعینات پولیس افسران کی فہرستوں کی تیاری شروع، **24 جنوری**: پاکستان: زرداری شہباز ملاقات، سیاسی کشیدگی میں کمی لانے پر اتفاق صدر نے پنجاب حکومت نہ گرانے کی یقین دہانی کرادی **25 جنوری**: پاکستان: قائمہ کمیٹی برائے داخلہ کا اجلاس سرکاری ہسپتالوں کے ڈاکٹروں کی پرائیویٹ پریکٹس کی تفصیلات طلب۔ یہ واقعتاً ایک قابلِ توجہ مسئلہ ہے، کہ سرکاری ہسپتالوں میں بڑی بڑی تنخواہوں کو حاصل کرنے کے باوجود وہاں موجود کارندے پرائیویٹ ہسپتالوں کے بارے میں عوام کو نہ معلوم کیا کیا سبز باغ دکھلاتے ہیں کہ ان کا سرکاری ہسپتالوں سے اعتماد اٹھتا جا رہا ہے، اور مجبوراً پرائیویٹ کلینکوں کا رخ کرنے والے بھی معاشی قصائیوں کے ہتھے چڑھ کر نہ معلوم کن کن مصائب کا شکار ہوتے ہیں **26 جنوری**: پاکستان: تمام وعدے پورے کریں گے ملک مڈٹرم الیکشن کا متحمل نہیں، وزیرِاعظم گیلانی۔ مکہ مکرمہ: دنیا بھر کے اسلامی سکالرز مفتیان کرام اور جید علماء پر مشتمل اسلامی تھنک ٹینک نے کام شروع کر دیا۔ سونے اور تیل کی دولت سے مالا مال ملتِ اسلامیہ اگر اقوامِ متحدہ سے حصول انصاف کی بھیک مانگنے کے بجائے نیٹو NATO کے طرز پر اسلامی بلاک قائم کر کے شریعت کی روشنی میں مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی خاطر کام کرنا شروع کر دے تو بعید نہیں کہ تمام عالمی طاقتیں مسلمانوں کے پاؤں چاٹنے پر مجبور ہو جائیں اور اقوام متحدہ کا اپنے قیام سے لے کر آج تک اسلامی دنیا کے حوالے سے جو شرمناک کردار رہا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، اقبال مرحوم نے اسی کی پیش رو انجمنِ اقوام کے متعلق کہا تھا "من از این بیش نہ دانم کہ کفن دزدانِ چند☆ بر تقسیمِ قبور انجمن ساختہ اند" (مجھے اس سے زیادہ معلوم نہیں کہ چند کفن چوروں نے قبروں کی تقسیم کے لئے ایک انجمن بنا لی ہے) ناقل **27 جنوری**: پاکستان: طالبان کو متوازی عدالتیں قائم نہیں کرنے دیں گے، وزیرِاعظم گیلانی **28 جنوری**: دبئی: قیامِ امن کے لئے وقت درکار ہے، امریکی قوم مسلمانوں کی دشمن نہیں، بارک اوبامہ **29 جنوری**: پاکستان: عوام ساتھ ہیں نااہلی کی پرواہ نہیں، نواز شریف **30 جنوری**: پاکستان: لاہور پولیس نے را کے تین دہشتگردوں کو گرفتار کر کے شہر کو بڑی تباہی سے بچا لیا **31 جنوری**: پاکستان: ڈرون حملے، امریکہ عوام میں اپنی نفرت بڑھا رہا ہے، صدر زرداری **یکم فروری**: پاکستان: میزائل حملوں کے سبب دہشتگردی کے خلاف جنگ جیتنا مشکل ہوتی جا رہی ہے، وزیرِاعظم گیلانی **2 فروری**: پاکستان: سوات فورسز کی گولہ باری سے 15 جاں بحق مختلف علاقوں سے 30 لاشیں برآمد **3 فروری**

:افغانستان: پولیس ٹریننگ سینٹر پر خودکش حملہ، 25 اہلکار ہلاک متعدد شدید زخمی **4 فروری** : پاکستان: ملازمتوں پر عائد پابندی ختم، ٹاسک فورس برائے روزگار تحلیل **5 فروری** : کرغیزستان: نے بشکک میں امریکی فوجی اڈا بند کرنے کا اعلان کر دیا۔ یہ اڈا 2001ء میں امریکہ نے طالبان حکومت کے خلاف فوجی کارروائی کے لئے لیز پر لیا تھا اور اس طرح کے اڈوں کا ان کارروائیوں میں اہم کردار ہے **6 فروری** : پاکستان: ڈی جی خان میں بم دھماکہ 32 جاں بحق **7 فروری** : پاکستان: ڈاکٹر عبدالقدیر کی نظر بندی ختم، عدالت نے آزاد شہری قرار دے دیا **8 فروری** : پاکستان: افغان مسئلے کا حل پاکستان سے وابستہ ہے، امریکہ **9 فروری** : پاکستان: دہشتگردی کے خلاف جنگ امریکا کو حکمت عملی تبدیل کرنا ہوگی، وزیراعظم گیلانی۔ پاکستان: سینیٹ انتخابات 4 اور نتائج کا حتمی سرکاری اعلان 5 مارچ کو ہوگا، الیکشن کمیشن **10 فروری** : پاکستان: سرکاری اداروں کی اصلاحات کے منصوبے پر تیزی سے عمل درآمد کیا جائے وزیراعلیٰ پنجاب **11 فروری** : پاکستان: بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کے مزید 8 ایجنٹ گرفتار، جعلی شناختی کارڈ اور نقشے برآمد **12 فروری** : پاکستان: پشاور بم دھماکے میں رکن سرحد اسمبلی جاں بحق۔ حکومت نے شریف الدین پیرزادہ سمیت 3 عمومی سفیر فارغ کر دئے۔ بعض ذرائع کا کہنا ہے کہ مشرف حکومت کی ملک دشمن پالیسیوں میں اس طرح کے مشیروں کا بہت بڑا دخل تھا **13 فروری** : پاکستان: پنجاب میں مقرر نرخوں پر معیاری آٹے کی فراہمی یقینی بنانے کی ہدایت **14 فروری** : پاکستان: ممبئی حملے کی سماعت اڈیالہ جیل میں کرنے کا فیصلہ، خصوصی سیل قائم کرنے کا حکم **15 فروری** : پاکستان: زرعی شعبے سے متعلق اعداد وشمار میں ابہام وتضاد کی بھرمار۔ یہ ایک المیہ ہے کہ دفتروں میں بیٹھ کر غلط اعداد وشمار تیار کر دیئے جاتے ہیں جن کی بناء پر مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے سے کئی مرتبہ بعد میں پچھتانے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ گزشتہ دورِ حکومت میں پہلے گندم ایکسپورٹ کی گئی، پھر امپورٹ کرنی پڑی **16 فروری** : پاکستان: مالاکنڈ میں نفاذِ شریعت پر اتفاق، کالعدم تحریک طالبان نے فائر بندی کر دی۔ اس طرح کے معاہدے پہلے بھی ہو چکے ہیں، تاہم کچھ نادیدہ قوتیں اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنے کے لئے حکومت اور قبائل میں غلط فہمیاں پیدا کر کے ان معاہدوں کو سبوتاژ کروا دیتی رہی ہیں، اس لئے فریقین کو مل کر لئے اس طرح کے امن دشمن خفیہ ہاتھوں کے ہتھکنڈوں سے آگاہی بھی ضروری ہے۔ پنجاب میں ڈکیتیوں کی بھرمار ایک ہی دن میں 11 افراد قتل۔ وزیراعلیٰ پنجاب کے ڈاکوؤں کے خلاف پنجاب بھر میں آپریشن کے باوجود اس طرح کے واقعات قابلِ تشویش ہیں جو ملک کے لاکھوں نہتے باسیوں کے لئے پریشانی کا باعث ہیں اس طرح کے گروہ اتنے لمبے ہاتھ رکھتے ہیں، کہ بارہا پکڑے جانے کے باوجود مجرم بچ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہیں ایسا تو نہیں کہ قانون کے

محافظوں کے روپ میں کچھ کالی بھیڑیں ہیں جو اغواء برائے تاوان اور اس طرح کی گھناؤنی کارروائیاں کرنے والوں کی پشت پناہی کررہی ہیں کاش کہ وہ اس فانی زندگانی کے چند ٹکوں کے حاصل کرنے کیلئے انسانی جانوں سے کھیلنے کی بجائے ملک وقوم کی صحیح خدمت کو اپنا مشن بنائیں اور اپنی عاقبت سنوارنے کی فکر کریں ☜ **17 فروری** : پاکستان: کرم ایجنسی میں پہلا امریکی حملہ 30 جاں بحق ۔ سوات امن معاہدے کے بعد حکومت کے خلاف عوامی جذبات کو ابھارنے کی اس طرح کی سازشوں کو سنجیدگی سے لینے کی ضرورت ہے، ورنہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' (Dvide and Rule) انگریز کا پرانا فارمولا ہے ☜ **18 فروری** : پاکستان: ڈرون حملے دہشتگردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی پوزیشن کمزور کررہے ہیں، پاک آسٹریلیا اتفاق ۔ پشاور میں کار بم دھماکہ، 8 افراد جاں بحق ☜ **19 فروری** : پاکستان: مالاکنڈ پارلیمانی قرارداد کے عین مطابق ہے، قومی سلامتی کونسل ۔ پاکستان: ملکی تاریخ میں پہلی بار 65 لاکھ ٹن گندم خریدنے کا ہدف مقرر، 200 ارب روپے درکار ہوں گے ۔ ایک زرعی ملک میں زرعی اجناس کی اتنے بڑے پیمانے پر درآمد کی وجہ اس کے علاوہ سمجھ میں نہیں آتی کہ یہاں پر موجودہ وسائل کو صحیح طرح سے استعمال اور تقسیم کرنے میں کوتاہی کی جاتی ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ یہ رقم گندم اور دیگر زرعی اجناس کے بجائے خود کفالتی منصوبوں پر خرچ کی جاتی، کیونکہ ہمارے ملک میں ایسی زرعی اراضی کی کمی نہیں جو بے کار پڑی ہوئی ہے، اور ملک کے مختلف علاقوں میں تعمیراتی دوڑ کی بھینٹ چڑھنے والی زرعی اراضی ایک مستقل مسئلہ ہے، کاش کہ حکومت اس طرح کی عارضی درآمدی پالیسیوں کو اپنانے کی بجائے مستقل طور پر منصوبوں کو بنانے اور ان پر عمل درآمد کو یقینی بنائے ☜ **20 فروری** : پاکستان: موسم گرما حکومت اور عوام کے لئے کڑا امتحان ہوگا، لوڈشیڈنگ کا شیڈول تیار کیا جائے، وفاقی وزیر پانی وبجلی ۔ ، موسم آنے سے پہلے اس طرف توجہ خوش آئند ہے لیکن صرف زبانی جمع خرچ کی بجائے، مستقل بنیادوں پر موجودہ بجلی کا صحیح استعمال اور اس کے ضیاع اور چوری سے حفاظت، نیز توانائی کے وہ ذرائع (پانی، ہوا، سورج وغیرہ) جن سے بجلی پیدا کی جاسکتی ہے، ان کے استعمال کے بارے میں مستقل منصوبہ سازی اور اس پر عمل درآمد کی شدت سے ضرورت ہے ☜ **21 فروری** : پاکستان: ڈی آئی خان، جلوس پر خودکش حملہ، 40 جاں بحق۔